ماہنامہ خواتین

محرم الحرام / صفر المظفر 1446ھ اگست 2024ء

ماھنامہ

خواتین

جلد:03 شمارہ:08

ویب ایڈیشن

یرقان(Jaundice)کا روحانی علاج

یَاحَسِیْبُ

300 بار پڑھ کر پانی پر دَم کر کے 21 دن تک پلانے سے
اِنْ شَآءَاللّٰہُ الکریم یرقان سے شِفا حاصل ہو گی۔(بیمار عابد، ص30)

(نوٹ: وظیفہ کے اوّل آخر میں تین تین بار دُرود شریف پڑھنا ہے)

نیند نہ آنے کا روحانی علاج

جس کو دَرد وغیرہ کے سبب نیند نہ آتی ہو تو اُس کے پاس

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

کثرت سے پڑھنے سے اُس کو اِنْ شَآءَاللّٰہُ الکریم نیند آجائے گی نیز اللہ ربُّ العِزّت کی رَحمت سے مریض جلد صحّت یاب بھی ہو جائے گا۔(مریض کو پڑھنے کی آواز نہ جائے اِس کی احتیاط کیجئے۔ بیمار عابد، ص26)

قرض سے نجات کا عمل

ہر نماز کے بعد سات بار

سُوْرَۂ قُرَیْش

پڑھ کر دعا مانگئے۔

پہاڑ جتنا قرض ہو گا تب بھی اِنْ شَآءَاللّٰہُ الکریم ادا ہو جائے گا۔ عمل تا حصولِ مراد جاری رکھئے۔(فیضانِ رمضان(مرمم)،ص112)

(نوٹ: وظیفہ کے اوّل آخر میں تین تین بار دُرود شریف پڑھنا ہے)

گُمشدہ کو بُلانے کا رُوحانی علاج

ایک بڑے کاغذ کے چاروں کونوں پر

یَاحَقُّ

لکھ کر آدھی رات کو یا کسی بھی وَقت دونوں ہاتھوں پر رکھ کر کھلے آسمان تلے کھڑے ہو کر دعا کیجئے۔اِنْ شَآءَاللّٰہُ الکریم یا تو گمشدہ فرد جلد واپس آجائے گا یا اُس کی خبر مل جائے گی۔

(مدت: تا حصولِ مُراد۔ مینڈک سوار بچھو، ص21)

فہرست

عنوان	مضمون	صفحہ
حمد و نعت	نعت و منقبت	2
پیغامِ بنتِ عطار	63 نیک اعمال (نیک عمل نمبر 23)	3
تفسیرِ قرآنِ کریم	اپنی اصلاح ضروری ہے	5
شرحِ حدیث	جادو اور اس کی اقسام (قسط 4)	8
ایمانیات	حشر کے دن سایۂ عرش پانے والے (قسط 26)	12
فیضانِ سیرتِ نبوی	حضور کی صحابہ سے محبت	14
معجزاتِ انبیا	حضرت یونس علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (تیسری و آخری قسط)	18
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح سلامِ رضا	21
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	مدنی مذاکرہ	23
اسلام اور عورت	اُمورِ خانہ داری کی تربیت	25
شرعی رہنمائی	اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل	27
ازواجِ انبیا	حبیبۂ حبیبِ خدا سیدہ عائشہ صدیقہ (قسط 2)	28
رسم و رواج	نکاح اور اس کی رسومات (قسط 2)	31
اخلاقیات	دل خوش کرنا	34
	دل دکھانا	36
تحریری مقابلہ	نئی لکھاری	38

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری عطاری

سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

ڈیزائنر
ابو اذلان عطاری

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریرا) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین اسلامک ریسرچ سینٹر (المدینۃ العلمیۃ) دعوتِ اسلامی

حمد و نعت

نعت

زہے عزّت و اِعتلائے محمد

زہے عزّت و اِعتلائے محمد
کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد

خدا کی رِضا چاہتے ہیں دو عالَم
خدا چاہتا ہے رِضائے محمد

عجب کیا اگر رحم فرمالے ہم پر
خدائے محمد برائے محمد

دمِ نَزْع جاری ہو میری زباں پر
محمد محمد خدائے محمد

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گِروں کا سَہارا عصائے محمد

خدا اُن کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محوِ لقائے محمد

رضؔا پُل سے اب وجد کرتے گزریے
کہ ہے رَبِّ سَلِّم دعائے محمد

از: امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

حدائقِ بخشش، ص65

منقبت

امامِ اہلِ سنت کون ہے؟ میرے شہا تم ہو

امامِ اہلِ سنت کون ہے؟میرے شہا تم ہو
یہ بیڑہ سنیوں کا اور اس کے ناخدا تم ہو

وہ جس کی ذات پر ہے فخر اگلوں اور پچھلوں کو
بفضلِ حق وہی حقانیت کے رہنما تم ہو

محافظ تھا جو ناموسِ رسالت کا زمانے میں
جسے یہ فخر تھا کہ ہوں میں عبدالمصطفیٰ، تم ہو

شریعت میں امامت کا رہا سہرا تمہارے سر
جو ہے اہلِ طریقت کے لئے قبلہ نُما تم ہو

وہ جس کے زُہد و تقویٰ کو سراہا شان والوں نے
کہا یوں پیشواؤں نے ہمارا پیشوا تم ہو

تمہی تو قافلہ سالار ہو نُوری جماعت کے
ہدایت کی کسوٹی دورِ حاضر میں شہا تم ہو

حدائق جس نے بخشش کے بسائے حبِ نبوی سے
مدینے کا وہ بلبل، طُوطیٔ نغمہ سرا تم ہو

از: علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

مناقبِ رضا، ص21

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 23)

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جو بھی احکامات عطا فرمائے وہ یقیناً حکمت پر مبنی ہیں، ہماری ناقص عقل انہیں سمجھ پائے یا نہ سمجھ پائے ان پر عمل میں ہی عافیت ہے۔ چنانچہ انہی میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ عورت کے لئے ان پانچ اَعضا؛ منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں کے پشتِ پا(یعنی قدموں کے اوپری حصّے) کے علاوہ سارا جسم چھپانا لازِمی ہے۔ البتہ اگر دونوں ہاتھ (گٹوں تک)، پاؤں (ٹخنوں تک) مکمل ظاہر ہوں تو ایک مُفْتیٰ بِہٖ قول پر نماز درست ہے۔[1] البتہ! اتنا باریک کپڑا جس میں بدن چمکتا ہو سَتر کے لیے کافی نہیں اس میں نماز پڑھی تو نماز نہ ہو گی۔[2] حضرت دِحْیَہ کَلْبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں کچھ باریک سفید رنگ کے مصری کپڑے لائے گئے، آپ نے ایک کپڑا مجھے عطا کیا اور فرمایا: اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے اپنی قمیص بنالینا جبکہ دوسرا اپنی بیوی کو دے دینا جسے وہ اپنا دوپٹہ بنالے۔ راوی فرماتے ہیں: جب میں واپس مڑا تو آپ نے مجھے اس بات کی تاکید فرمائی کہ اپنی بیوی کو یہ حکم بھی دینا کہ اس کے نیچے دوسرا کپڑا لگالے تاکہ دوپٹے کے نیچے کچھ نظر نہ آئے۔[3] اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔[4]

افسوس! آج کل علمِ دین سے دوری اور غیروں کی دیکھا دیکھی ہماری مسلمان خواتین میں بھی باریک کپڑوں کا رجحان بڑھتا جارہا ہے اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اس فرمانِ عبرت نشان کو بالکل بھلا بیٹھی ہیں یا جانتی ہی نہیں کہ جو عورتیں لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی، مائل کرنے والی اور مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سَر بُختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ایک جانب جھکے ہوئے ہونگے، وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو بہت دور سے آتی ہو گی۔[5] چنانچہ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے پردے کی اہمیت کو اجاگر کرنے، خواتین کو فیشن پرستی سے نکالنے، انہیں اسلامی اصول و آداب سکھانے، دینی ماحول میں رچ بس جانے اور اپنی آخرت بہتر بنانے کے لیے 63 نیک اعمال کے رسالے میں یہ نیک عمل شامل فرمایا ہے:

23: کیا آج آپ نے ایسا چست، باریک یا چھوٹا لباس (جس سے جسم کا ابھار ظاہر ہو یا رنگت جھلکے) پہن کر معاذ اللہ کہیں بے پردگی تو نہیں کی؟ (کاش! گناہوں بھرا فیشن کرنے مثلاً مردوں کی طرح بال کٹوانے، ابرو بنوانے، چالیس دن سے زائد ناخن بڑھانے وغیرہ سے بچنے کی سعادت نصیب ہو جائے۔) اسلامی بہنوں کا سنت لباس: ابو داود نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اِسبال یعنی کپڑے کے نیچا کرنے کی ممانعت تہبند و قمیص و عمامہ سب میں ہے۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: عورتوں کے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: ایک بالشت لٹکائیں (یعنی آدھی پنڈلی کے نیچے ایک بالشت لٹکائیں) عرض کی: اب تو عورتوں کے قدم کھل جائیں گے، ارشاد فرمایا: ایک ہاتھ لٹکائیں اس سے زیادہ نہیں۔[6] **نوٹ:** اپنے بچوں اور بچیوں کو غیر مہذب لباس سے بچائیں (مثلاً: بچیوں کو لمبا اور کھلا لباس چھوٹے گلے والا پہنائیں اور بچوں کو بھی آدھی پنڈلی کُرتے وغیرہ کا عادی بنائیں۔)

اس نیک عمل میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ خواتین کو لباس اور بالوں وناخنوں کے معاملے میں احتیاط کرنی چاہئے، لباس کے متعلق کچھ باتیں ابتدا میں بیان ہو چکی ہیں، مزید اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ بطورِ مسلمان ہم پر لازم ہے کہ لباس اللہ و رسول کی رضا کے مطابق پہنیں اور فیشن وغیرہ کے نام پر شرعی احکام کو پامال نہ کریں۔ بلکہ فی زمانہ جو خواتین ہاف آستین یا بغیر آستین والے کرتے اور ٹخنوں سے اونچے پاجامے پر مشتمل ایسے لباس پہننے لگی ہیں جو ستر عورت کے لئے بھی ناکافی ہیں یا پھر ان کا لباس اتنا باریک ہوتا ہے کہ جسم کی رنگت نظر آتی ہے جیسے لان کے باریک کپڑے، ململ یا جالی (Net) والا دوپٹہ وغیرہ یا ان کا لباس اس قدر تنگ اور چست ہوتا ہے کہ اعضا کی بناوٹ ظاہر ہوتی ہے جیسے چوڑی دار پاجامہ، ٹائٹس، پینٹ شرٹ وغیرہ۔ انہیں یہ بات ہمیشہ پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ باریک کپڑوں میں سے بدن چمکے یا سر کے بالوں یا گلے یا بازو یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصہ کھلا ہو یوں کسی نامحرم کے سامنے ہونا سخت حرام قطعی ہے۔[7] کیونکہ عورت کیلئے چہرے کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیوں، دونوں پاؤں کے تلووں کے علاوہ تمام بدن، بلکہ سر کے لٹکتے ہوئے بال، گردن اور کلائیاں چھپانا بھی ضروری ہے۔[8] فی زمانہ خوفِ فتنہ کی وجہ سے نامحرم کے سامنے عورت کو اپنا چہرہ کھولنا بھی منع ہے۔[9]

بال کٹوانا مردوں کی طرح بال کٹوانا بھی فی زمانہ عام ہوتا جارہا ہے، بالخصوص کئی مذہبی گھرانے بھی چھوٹی بچیوں کے بال کٹوانے کو بُرا نہیں سمجھتے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ابھی بچی ہے۔ یاد رکھئے! عورت کا مردانہ اسٹائل کے بال کٹوانا ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہُ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی صورت بنائیں۔[10] لہٰذا آج چھوٹی بچیوں کی جو تربیت آپ کریں گی اس کا اثر ان کی باقی زندگی میں دکھائی دے گا، شاید یہی وجہ ہے کہ آج کی نوعمر لڑکیاں اور شادی شدہ خواتین بھی اس مرض میں عام مبتلا دکھائی دیتی ہیں کہ خوبصورت دکھائی دینے کے لئے فیشن کے نام پر وہ سر کے بال اگر نہیں کٹواتیں تو چہرے کے فالتو بالوں کو دور کرنے کے علاوہ آئی بروز بنوانے کی عادی ہوتی جارہی ہیں اور اس میں کوئی حرج بھی محسوس نہیں کرتیں۔ حالانکہ مختصر فتاویٰ اہلِ سنت میں ہے: صرف خوبصورتی وزینت کیلئے ابرو کے بال نوچنا اور اسے بنوانا، ناجائز ہے، حدیثِ پاک میں ابرو بنوانے والی عورت کے بارے میں لعنت آئی ہے، لہٰذا آجکل عورتوں میں ابرو بنوانے کا جو رواج چل پڑا ہے، یہ ناجائز ہے، اس سے ان کو باز آنا چاہئے۔ ہاں! ایک صورت یہ ہے کہ ابرو کے بال بہت زیادہ بڑھ چکے ہوں، بھدے (بُرے) معلوم ہوتے ہوں تو صرف ان بڑھے ہوئے بالوں کو تراش کر اتنا چھوٹا کر سکتی ہیں کہ بھدا پن دور ہو جائے، اس میں حرج نہیں۔[11]

ناخن بڑھانا اسی طرح آج کل کی خواتین فیشن کے نام پر ناخن بڑھانا فخر سمجھتی ہیں، حالانکہ لمبے ناخن شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔[12] جیسا کہ ایک روایت میں ہے: اپنے ناخن کاٹو، کیونکہ بڑھے ہوئے ناخنوں پر شیطان بیٹھتا ہے۔[13] نیز 40 دن سے زائد ناخن رکھنا ناجائز و مکروہِ تحریمی ہے،[14] ایک روایت میں ناخن ترشوانے کو فطرت یعنی پچھلے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت قرار دیا گیا ہے۔[15] اور جمعہ کے دن ناخن ترشوانا مستحب ہے، ہاں اگر زیادہ بڑھ گئے ہوں تو جمعہ کا انتظار نہ کرے کہ ناخنوں کا بڑا ہونا تنگیِ رزق کا سبب ہے۔[16] اللہ پاک ہمیں باعمل بنائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) فتاویٰ رضویہ، 6/39،44،45 (2) فتاویٰ ہندیہ، 1/58 (3) ابوداود، 4/88، حدیث: 4116 (4) بہارِ شریعت، 1/480، حصہ: 3 (5) مسلم، ص 1171، حدیث: 7194 (6) ابوداود، 4/83، حدیث: 4094و 4/89، حدیث: 4117 (7) فتاویٰ رضویہ، 22/217 (8) دُرِّ مختار، 2/95 (9) دُرِّ مختار، 2/97 (10) مسند امام احمد، 1/540، حدیث: 2263 ملتقطاً (11) مختصر فتاویٰ اہلِ سنت، ص 192 (12) اتحاف السادۃ، 2/653 (13) مسند الفردوس، 3/205، حدیث: 4579 (14) فتاویٰ رضویہ، 22/686 (15) بخاری، 4/74، حدیث: 5889 (16) بہارِ شریعت، 5/582، حصہ: 16

اپنی اصلاح ضروری ہے

اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝ (پ28، الصف:2) ترجمہ: اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

شانِ نزول حضرت عبدُ اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بیٹھی تھی، ہم میں اس بات کا ذکر ہوا کہ اللہ پاک کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟ اگر ہمیں معلوم ہو جاتا تو ہم اسی پر عمل کرتے، اس پر یہ اور اس سے پچھلی آیتیں نازل ہوئیں۔[1]

حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں بہت سی صورتیں داخل ہیں، لوگوں کو اچھی باتیں بتائے مگر خود عمل نہ کرے یعنی بے عمل واعظ لوگوں کو اچھائی بتائے مگر خود بُرائیاں کرے جیسے بد عمل واعظ کسی سے وعدہ کرے وہ پورا نہ کرے یعنی وعدہ خلاف وعدہ کرتے وقت ہی خیال کرے کہ یہ کام کروں گا ہی نہیں، صرف زبانی وعدہ کئے لیتا ہوں یعنی دھوکہ بازی، ان تمام باتوں سے یہاں روکا گیا۔[2]

آیتِ مبارکہ کے متعلق اقوال اس آیت کے شانِ نزول میں اور بھی کئی اقوال ہیں، مثلاً ☆ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو کام تم کرتے نہیں اس کا دعویٰ بھی نہ کرو۔[3] ☆ یہ آیتِ مبارکہ ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمانوں سے مدد کرنے کا جھوٹا وعدہ کرتے تھے۔[4] اس اعتبار سے یہ منافقین کی مذمت ہے اور انہیں ایمان والو! کہہ کر مخاطب کرنا ان کی ظاہری حالت کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ آیتِ مبارکہ صحابہ کرام کے متعلق نازل ہوئی ہوتی تو اس میں مذمت نہیں ہے بلکہ تربیت فرمائی گئی ہے کہ ایسے دعوے کرنا درست نہیں، کیونکہ آنے والے وقت کا معلوم نہیں کہ کیسا آئے! ممکن ہے کہ اس وقت کسی وجہ سے وہ یہ دعویٰ پورا نہ کر سکیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کہنے اور کرنے میں فرق نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اپنے کہنے کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اس فرق کی کئی صورتیں ہیں: جیسے لوگوں کو اچھی باتیں بتانا، لیکن خود ان پر عمل نہ کرنا یا کسی سے وعدہ کرنا اور اس وقت یہ خیال کرنا کہ میں یہ کام کروں گا ہی نہیں صرف زبانی وعدہ کر لینا وغیرہ۔[5]

جو دوسروں کو تو نیکی کی دعوت دیتے ہیں، لیکن خود بُرائیوں میں مبتلا رہتے ہیں ان کے متعلق سخت وعیدیں مروی ہیں۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا، پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی انتڑیاں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح چکر لگا رہا ہو گا جس طرح چکی کے گرد گدھا چکر لگاتا ہے۔ جہنمی اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے تم تو ہم کو نیکی کی دعوت دیتے تھے اور بُرائی سے منع کرتے تھے! وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کی دعوت دیتا تھا، لیکن خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور تم کو تو بُرائی سے روکتا تھا مگر خود بُرے کام کرتا تھا۔[6] ایک روایت میں ہے کہ بعض جنتی بعض جہنمیوں کی طرف جائیں گے اور ان سے کہیں گے: اللہ پاک کی قسم! ہم تو اسی وجہ سے جنت میں داخل ہو گئے جو تم ہمیں سکھاتے تھے لیکن تم کس وجہ سے جہنم میں داخل ہوئے؟ وہ کہیں گے: ہم جو (تمہیں) کہتے تھے وہ خود نہیں کرتے تھے۔[7] اسی طرح ایک روایت میں ہے: جو لوگوں کو کسی بات یا عمل کی طرف بلائے اور خود اس پر عمل نہ کرے تو وہ مسلسل اللہ پاک

کی ناراضی میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اس سے باز آجائے یا جس بات و کام کی طرف بلاتا ہے اسے اپنا لے۔ (8)

یاد رکھئے! دوسروں کی اصلاح کے ساتھ اپنی اصلاح بھی ضروری ہے۔ کیونکہ حقیقی اصلاح تبھی ہو سکتی ہے جب اصلاح کرنے والی خود اپنی بات پر عمل کرنے والی ہو کیونکہ جو خود ڈوب رہی ہو وہ دوسروں کو کیا بچائے گی! جو خود غفلت میں ہو دوسروں کو کیا غفلت سے جگائے گی! جو خود بے عمل ہو وہ دوسروں کو باعمل کیسے بنا سکے گی! جو خود بُرائیوں میں مبتلا رہتی ہو وہ دوسروں کو بُرائیوں سے کیسے بچا پائے گی! جو خود دنیادار ہو گی وہ دوسروں کو دین دار کس طرح بنا سکے گی! جو خود دینی کاموں سے منہ موڑے ہو گی وہ دوسروں کو دینی کاموں کی ترغیب کس منہ سے دلائے گی! یہی وجہ ہے کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تمہارا شمار نیکی کی دعوت دینے والوں میں ہو تو سب سے زیادہ اس پر خود عمل کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ نیز کسی شاعر کے قول کا مفہوم ہے: کسی کو اس کے اُس کام پر ملامت نہ کرو جبکہ تم خود اس جیسا کام کرتے ہو کیونکہ جو کسی چیز کی مذمت کر کے خود اس میں مبتلا ہو تو اس کی عقل میں فتور ہوتا ہے۔ (9)

اپنے آپ سے شروعات کرو ایک شخص نے حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے ابنِ عباس! میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی لوگوں کو نیکی کی دعوت دیا کروں اور بُرائی سے منع کیا کروں۔ آپ نے اُس سے پوچھا: کیا تم (اپنی اِصلاح کرنے میں) حدِ کمال کو پہنچ چکے ہو؟ بولا: مجھے اُمید تو یہی ہے۔ اس کی یہ بات سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں قرآنِ پاک کے تین حروف کی وجہ سے رُسوا ہونے کا خوف نہ ہو تو یہ کام کر سکتے ہو۔ اس نے (بڑی حیرانی سے) عرض کی: وہ حروف کون سے ہیں؟ آپ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (پ1، البقرۃ:44) ترجمہ: کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو۔ پھر اُس سے پوچھا: کیا اس آیت کا حکم جانتے ہو؟ اس نے انکار کیا۔ اس کے بعد اس نے دوسرا حرف پوچھا تو آپ نے یہ آیات تلاوت کیں: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ(۲) كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ(۳) (پ28، الصف:2تا3) ترجمہ: اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔

اس کے بعد آپ نے اس سے اس آیت کا حکم پوچھا تو اس نے اس بار بھی نفی میں جواب دیا، پھر اس نے تیسرے حرف کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ اللہ پاک کے نیک بندے حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ قول ہے: وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُؕ (پ12، ھود:88) ترجمہ: اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں خود اس کے خلاف کرنے لگوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: کیا اس آیتِ مبارکہ کے حکم سے آگاہ ہو؟ اس بار بھی اس نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: (دوسروں کی اصلاح کرنے سے پہلے بہتر یہ ہے کہ اس اصلاح کی) شروعات اپنے آپ سے کرو۔ (10)

کسی شاعر کے قول کا کیا خوب مفہوم ہے: اے دوسرے کو تعلیم دینے والے! تو نے اپنے آپ کو تعلیم کیوں نہ دی؟ تو دوسرے بیماروں کے لئے دوا تجویز کرتا ہے حالانکہ تو خود بیمار ہے! اپنے نفس سے شروعات کر! اسے سرکشی سے منع کر! اگر یہ سرکشی سے باز آگیا تو تُو حکمت والا ہے۔ پھر تیری نصیحت قبول کی جائے گی، تیرے علم کی اقتدا کی جائے گی اور تیرا سمجھانا فائدہ دے گا۔ (11) اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے عیسیٰ! اپنے نفس کو نصیحت کرو۔ اگر وہ مان جائے تو لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو۔ (12)

اہم نکتہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر کوئی مکمل طور پر اپنے آپ کو نیک بنانے اور گناہوں سے بچانے میں کامیاب نہ بھی ہو سکے تب بھی اسے اپنی اصلاح کی کوشش کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی اصلاح کرنی چاہیے۔ کیونکہ عمل کرنا ایک

واجب ہے تو دوسروں کو بُرائی سے روکنا دوسرا واجب ہے، اگر ایک واجب پر عمل نہیں تو دوسرے سے کیوں رُکا جائے۔[13] جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا ہم اس وقت تک (دوسروں کو) نیک اعمال کرنے کی دعوت نہ دیں جب تک خود تمام نیک اعمال نہ کرنے لگ جائیں اور کیا اس وقت تک (دوسروں کو) بُرے کاموں سے بھی منع نہ کریں جب تک خود تمام بُرے کاموں سے رک نہ جائیں؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا: نیک اعمال کرنے کا حکم دو، اگرچہ تم خود تمام نیک اعمال نہیں کرتے اور بُرے اعمال کرنے سے منع کرو، اگرچہ تم تمام بُرے اعمال سے باز نہیں آئے۔[14]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علمائے کرام کے نزدیک نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے والے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس کی دعوت دے رہا ہے کامل طور پر اس پر عمل کرنے والا ہو اور جس سے منع کر رہا ہے مکمل طور پر اس سے بچنے والا بھی ہو۔ کیونکہ اس پر دو چیزیں لازم ہیں: (1) خود کو نیکی کی دعوت دینا اور بُرائی سے منع کرنا۔ (2) دوسروں کو نیکی کی دعوت دینا اور بُرائی سے منع کرنا۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک میں سستی کر رہا ہو تو دوسرے میں کوتاہی کرنا جائز نہیں۔ نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے والے کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ تمام گناہوں سے محفوظ بھی ہو، کیونکہ اس شرط کو لازم قرار دینے سے نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے والے کیلئے یہ ضروری ہو کہ وہ ہر بُرائی سے پاک وصاف اور ہر اچھائی سے آراستہ ہو تو پھر نہ تو کوئی نیکی کی دعوت دینے والا ہو گا اور نہ ہی کوئی بُرائی سے منع کرنے والا۔[15] مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوتاہی یا لاپروائی کی وجہ سے مبلغ اعمالِ صالحہ سے کنارہ کشی رکھتا ہے یا نفس و شیطان کے دھوکے میں آکر بُرائی کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا فریضہ انجام دینے سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے بلکہ اپنی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔[16]

یاد رہے! باعمل کی بات جلد اثر کرتی ہے اور اس کی زبان سے نکلنے والے الفاظ تاثیر کا تیر بن کر سامنے والے کے دل میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ اولیائے کرام اور علمائے آخرت کا کردار ہمارے سامنے ہے کہ وہ اس وقت تک کسی چیز کا حکم نہ دیتے جب تک پہلے خود اس پر عمل نہ کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مبارک زبانوں سے نکلے ہوئے الفاظ میں اس قدر تاثیر ہوتی جو دلوں کی کایا ہی پلٹ دیتی۔ الحمدللہ موجودہ دور میں اگر کسی ولیِ کامل کی شخصیت میں یہ خصوصیت دیکھنی ہو تو امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی ذات ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے کہ آپ کسی چیز کی ترغیب دلانے سے پہلے اسے اپنی ذات پر نافذ کرتے ہیں اور پھر دوسروں کو اس چیز کی ترغیب دلاتے ہیں۔ آپ نے اس سوچ کو صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو بھی دوسروں کی اصلاح کرنے سے پہلے اپنی اصلاح کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے مریدین و عقیدت مندوں کو ایک مدنی مقصد عطا فرمایا ہے اور وہ ہے کہ **مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے ان شاء اللہ۔**

اللہ پاک! ہمیں اس مدنی مقصد کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) ترمذی، 5 / 203، حدیث: 3320 (2) تفسیر نور العرفان، ص880 (3) تفسیر صراط الجنان، 10 / 126 (4) تفسیر خازن، 4 / 262 (5) تفسیر صراط الجنان، 10 / 125 (6) بخاری، 2 / 396، حدیث: 3267 (7) معجم کبیر، 22 / 150، حدیث: 405 (8) مجمع الزوائد، 7 / 543، حدیث: 12183 (9) احیاء العلوم، 2 / 410 (10) شعب الایمان، 6 / 88، 89، حدیث: 7569 (11) صحابی کی انفرادی کوشش، ص54 (12) الزھد للامام احمد، ص93، حدیث: 300 (13) تفسیر بیضاوی، 1 / 316 ملخصاً (14) معجم اوسط، 5 / 77، حدیث: 6628 (15) احیاء العلوم، 2 / 385 ملخصاً (16) مراۃ المناجیح، 6 / 505 مکتبہ اسلامیہ

جادو اور اس کی اقسام (قسط4)

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

بلاشبہ جادو ایک حقیقت ہے اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہم پر جو بھی مصیبت یا پریشانی آئے تو اس کی وجہ جادو ہی ہو۔ مگر افسوس! ہمارے معاشرے میں یہ بیماری بہت عام ہے کہ کوئی بھی بیمار ہو جائے، مصیبت میں مبتلا ہو، بے روزگاری کے مسائل درپیش ہوں، گھروں میں لڑائی جھگڑے ہوں وغیرہ وغیرہ تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ شاید کسی نے جادو کروا دیا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی غیبتوں اور تہمتوں کے دروازے کھلنے لگتے ہیں، اسی کے ساتھ دل دکھانے کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی گھر کے کسی فرد مثلاً بہو، بھابھی، نند وغیرہ پر جادو کی تہمت لگائی جاتی ہے تو کبھی خاندان کے دیگر افراد پر، بہو تو ہوتی ہی گویا جادوگرنی ہے، چاہے سگی بھانجی ہو یا سگی بھتیجی۔ جب وہ بہو بن گئی تو اب وہ جادوگرنی ہے اگرچہ بے چاری نے خواب میں بھی جادو کے متعلق کبھی سوچا نہ ہو کہ یہ کس طرح ہوتا ہے! اسی طرح بہو کا ساس پر یہ الزام لگانا کہ اس نے جادو کیا ہے یا کروایا ہے، یہ بھی فی زمانہ عام ہے۔

یاد رکھئے! بلا ثبوتِ شرعی کسی پر جادو کی تہمت لگانا جائز نہیں۔ اگر کہنے والے کے پاس یقینی معلومات ہوں تب بھی یہ کہنا بعض اوقات غیبت میں شمار ہو گا اور اگر یقینی معلومات نہ ہوں تو اسے تہمت کہا جائے گا۔ وہم یا شبہ میں گھر سے کوئی کاغذ ملا اور اس میں واقعی تعویذ بھی ملے تب بھی یہ کیسے ثابت ہو گا کہ ساس نے ڈالا ہے اور نقصان پہنچانے کے لیے ڈالا ہے اور تعویذ جادو کا ہی ہے! بعض اوقات بابا لوگ نام کا پہلا حرف بتا دیتے ہیں، مثلاً نام کا پہلا حرف میم بتایا اور ساس کا نام مریم ہو تو اس کی شامت آ گئی، ہو سکتا ہے کہ میم سے کوئی اور نام مراد ہو، جیسے میمونہ، جس کا خاندان سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ باباؤں کو بھی اس طرح نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس طرح پورا خاندان بھی اجڑ جاتا ہے۔ عملیات، استخارے اور اس طرح کے جتنے بھی معلومات کے ذرائع ہیں سب ظنی ہیں، یوں ہی میڈیکل لائن میں جو خبریں دی جاتی ہیں ان کا تعلق بھی ظنیات سے ہوتا ہے، ان پر یقین نہیں کر سکتے۔[1]

اَمیرِ اَہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ سے سوال ہوا کہ بعض لوگ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈلوانے کے لیے عملیات کرواتے ہیں تو اگر بیوی پر اس جادو کے اثرات ہوں جس کے باعث شوہر کے گھر آنے پر اس کا سانس بند ہونے لگے تو اس مسئلے کا کیا حل کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: عملیات کرنے والے میاں بیوی میں جُدائی ڈلوانے کے لیے بھی عملیات کرتے ہیں مگر یہ بات ثابت کس طرح ہو گی کہ کسی نے اس پر کچھ کروایا ہے یا فُلاں رِشتہ دار نے کروایا ہے؟ شوہر کے گھر بیوی کی سانس رُکتی ہے تو جب تک شرعی ثبوت نہ ہو کسی کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ فُلاں رِشتہ دار عمل کروا کر جُدائی ڈلوا رہا ہے۔ بابا جی لوگوں کا کہہ دینا شرعی ثبوت نہیں کہلاتا۔ بیوی جب بھی شوہر کے گھر جاتی ہے بے چاری کا سانس رُکنے لگتا ہے تو اس کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ نفسیاتی اَثر بھی ہو سکتا ہے جبکہ ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہو کہ شوہر کے گھر جاؤں گی تو میرا سانس رُکے گا کیونکہ فلاں دِن بھی سانس رُک گیا تھا حالانکہ ایک بار ایسا ہو جانا بار بار ایسا ہونے کی دلیل نہیں۔ ممکن ہے اس دِن کہیں سے سیڑھیاں چڑھ کر تھکی ہاری شوہر کے

گھر گئی ہو جس کی وجہ سے سانس پھول گیا ہو اور اِتفاق سے رُکنے لگا ہو تو اس واقعے کو دلیل بنا کر یہ کہہ رہی ہے شوہر کے گھر میرا سانس رُکتا ہے۔ یاد رکھیے! نفسیاتی اَثر کے بڑے اثرات ہوتے ہیں اور بندے کو ایسا لگتا ہے کہ اس کے ساتھ یوں ہوتا ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔

نفسیاتی اثر کے حوالے سے مجھے کسی نے یہ سچّا واقعہ بتایا تھا کہ کسی حکیم صاحب کے پاس ایک مریض آیا اور کہنے لگا: مجھے گلاب کے پھولوں سے الرجی ہوتی ہے اور جیسے ہی میں گلاب کے پھول دیکھتا ہوں مجھے نزلہ شروع ہو جاتا ہے۔ حکیم صاحب نے اس سے کہا: کل آنا۔ پھر جب اگلے دِن وہ حکیم صاحب کے پاس آیا تو حکیم صاحب نے اس سے کہا کہ ذرا آپ فُلاں کمرے میں چلے جائیں، جب وہ اس کمرے میں گیا تو وہاں گلاب کے پھولوں کا ڈھیر تھا جسے دیکھ کر اسے چھینکیں آنا شروع ہو گئیں اور وہ کہنے لگا: ارے حکیم صاحب! آپ نے مجھے مَروا دیا اور گلاب کے پھولوں کے ڈھیر میں پہنچا دیا۔ حکیم صاحب نے اسے پکڑا اور زبردستی اس کمرے میں لے گئے جہاں گلاب کے پھولوں کا ڈھیر تھا اور چند پھول اُٹھا کر اس کے ہاتھ میں دے دیئے، جب اس نے پھول پکڑے تو پتا چلا کہ وہ گلاب کے پھول کاغذ کے تھے تو وہ نفسیاتی مریض تھا اس لیے اس نے سمجھا کہ یہ گلاب کے پھول ہیں تو یوں اسے نزلہ ہو گیا۔ عین ممکن ہے کہ اسی طرح نفسیاتی اثر کی وجہ سے شوہر کے گھر آنے سے بیوی کا سانس رُکنے لگتا ہو کہ نفسیاتی اثر بھی اپنی ایک طاقت رکھتا ہے۔ اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ جب بھی شوہر کے گھر جانے کا موقع ہو تو سُوْرَۃُ الْفَاتِحَہ یعنی الحمد شریف سات بار پڑھ کر اپنے اُوپر دَم کر لے اور پانی پر بھی دم کر کے پی لیا کرے ان شاءَ اللہ سب بہتر ہو جائے گا۔[2]

جادو کے ثبوت کے طریقے جادو کے ثبوت کیلئے معاشرے میں عجیب و غریب طریقے رائج ہیں۔ مثلاً کسی عامل بابا نے بتا دیا کہ فلاں نے جادو کروایا ہے تو اس کی بات پر یقین کر لیا جاتا ہے، حالانکہ اکثر ایسے عامل بابا وغیرہ جعلی ہوتے ہیں جو صرف مال بٹورنے کی خاطر ایسی باتیں کرتے اور پُر سکون گھروں کو بے سکونی کا کھنڈر بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح گھر سے کوئی ایسی چیز مثلاً تعویذ، سوئیوں والا پتلا وغیرہ برآمد ہو گیا تب بھی یہی کہا جاتا ہے کہ کسی نے جادو کروا دیا ہے، حالانکہ یہ جنات کی شرارت بھی ہو سکتی ہے۔ یونہی بعض اوقات تو صرف مصیبت اور پریشانی آنے پر ہی یہ گمان کر لیا جاتا ہے کہ کسی نے جادو کروا دیا ہے بلکہ اپنی طرف سے طے بھی کر لیا جاتا ہے کہ فلاں نے ہی جادو کروایا ہوگا۔ اس طرح کی باتیں عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہیں اور گھر میں بیماری، پریشانی یا بے روزگاری کا سامنا ہو تو وہ سمجھنے لگتی ہیں کہ شاید کسی نے جادو کروا دیا ہے، لہٰذا باباجی (تعویذ دھاگہ دینے والے) سے رابطہ کیا جاتا ہے، بالفرض باباجی بتا دیں کہ تمہارے قریبی رشتے دار نے جادو کروایا ہے تو عُموماً بہو یا بھابھی کی شامت آجاتی ہے۔ کبھی کبھی تو سوئیوں والا ماش کے آٹے کا پُتلا اور تعویذ وغیرہ بھی گھر سے برآمد ہو جاتا ہے اور پھر لوگ ایسے باباجی پر اندھا بھروسا کر لیتے ہیں اور خاندان بھر میں غیبت و بہتان تراشی کا بدترین سلسلہ چل نکلتا اور نتیجتاً ہرا بھرا لہلہاتا خاندان تاخت و تاراج ہو کر رہ جاتا ہے۔

یاد رکھئے! بِلا ثبوتِ شرعی صرف عاملوں اور باباؤں کے کہنے پر اگر آپ نے کسی سے کہا: مثلاً ہماری بھابھی جادو کرواتی ہے تو یہ بہتان، گناہِ کبیرہ، حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہوا اور اگر کسی نے چھپ کر واقعی جادو کروا بھی دیا ہو اور آپ کو یقینی طور پر پتا چل گیا ہو تب بھی اُس مخصوص فرد کا جادو کے حوالے سے بِلا مصلحتِ شرعی کسی سے ذکر کرنا غیبت ہے۔ خیال رہے! عاملوں یا باباؤں کا بتانا شرعی ثُبوت نہیں کہلاتا۔[3]

بہتان کی سزا جو خواتین دوسروں پر جادو ٹونے کا الزام لگاتی ہیں انہیں ڈر جانا چاہئے، کیونکہ بہتان کی سزا بہت سخت ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے: جو کسی مسلمان کے بارے میں ایسی بات کرے جو اس میں نہیں تو اللہ پاک اسے جہنم میں

ردغۃ الخبال (یعنی وہ جگہ جہاں جہنمیوں کا خون اور پیپ جمع ہوگا) میں اس وقت تک رکھے گا جب تک اپنے گناہ سے نکل نہ جائے۔[4]

گناہ سے نکل نہ جائے کے دو مطلب ہیں: یا تو اس سے توبہ کر لے، توبہ کرلی تو اس عذاب سے بَری ہو گیا یا یہ کہ اپنا عذاب بھگت لینے کے بعد اس سے نکل جائے گا اب اللہ پاک جتنا عرصہ عذاب اس کو دے۔[5]

جادو کا شرعی ثبوت کیسے ہوگا؟ کسی بھی جرم کے ثبوت کے شریعت میں دو طریقے ہیں: (1) مُجرم کرنے والا خود اقرار کرے۔ (2) مُدَّعی (دعویٰ کرنے والا) شرعی گواہوں کے ذریعے ثابت کرے یعنی دو مسلمان مرد یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں گواہی دیں کہ ہم نے اِس کو خود جادو کرتے یا کرواتے دیکھا ہے۔ لہٰذا جادو کے ثبوت کے لیے بھی ان میں سے کوئی صورت ہونا ضروری ہے کہ جس نے جادو کیا یا کروایا وہ خود اقرار کرے یا دعویٰ کرنے والا گواہوں کے ذریعے ثابت کردے۔ صرف کسی کے بتادینے اور کوئی علامت وغیرہ ظاہر ہونے پر کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے جادو کروا دیا ہے یہ بہتان اور بدگمانی ہے اور یہ دونوں کام جائز نہیں، نہ ہی اس وجہ سے کسی رشتہ دار سے تعلق توڑنا جائز ہے۔

بالفرض ثابت ہو بھی جائے کہ فلاں نے جادو کروایا ہے تب بھی اس سے انتقام لینے اور دل میں بُغض و نفرت رکھنے کے بجائے اللہ کی رضا کیلئے عفو و درگزر کو اختیار کیجیے۔ کیونکہ معاف کرنے والوں سے اللہ پاک محبت فرماتا ہے: وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿۱۳۴﴾ (پ4، اٰل عمرٰن:134) ترجمہ: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جو کسی مسلمان کی غلطی کو معاف کرے گا قیامت کے دن اللہ پاک اس کی غلطی کو معاف فرمائے گا۔[6] ایک روایت میں ہے: قیامت کے روز اعلان کیا جائے گا: جس کا اجر اللہ پاک کے ذِمّۂ کرم پر ہے، وہ اُٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ پوچھا جائے گا: کس کے لیے اجر ہے؟ اعلان کرنے والا کہے گا: اُن لوگوں کے لیے جو معاف کرنے والے ہیں۔ تو ہزاروں آدمی کھڑے ہوں گے اور بلا حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔[7]

جادو کروانے والے سے تعلق توڑنا کیسا؟ جادو کروانے کے گمان کی وجہ سے کسی سے تعلق توڑنا جائز نہیں۔ بلکہ جس کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ اسی نے جادو کروایا ہے اس سے بھی اچھا سلوک ہی کیا جائے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: تین باتیں جس میں ہوں گی اللہ کریم (قیامت کے دن) اُس کا حساب بہت آسان طریقے سے لے گا اور اُس کو اپنی رَحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ جب ان باتوں کے متعلق عرض کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: جو تمہیں مَحروم کرے تم اُسے عطا کرو۔ جو تم سے تعلق توڑے تم اُس سے تعلق جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے تم اُس کو مُعاف کردو۔[8]

معلوم ہوا! محروم کرنے والے سے اچھا سلوک کرنا اور ظالم کو معاف کرنا فضیلت کا باعث ہے۔ جبکہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ معمولی سی بات پر انتقام کی آگ دل میں جلا لیتی ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پہ رشتہ داروں سے تعلق توڑ لیتی ہیں۔

جادو کروانے والوں پر جادو کروانا کیسا؟ جس نے ہم پر جادو کروایا اس نے یقیناً بہت بُرا کیا۔ لیکن بدلے میں اس پر جادو کروانا یہ جائز نہیں۔ کیونکہ جادو کرنا کروانا حرام، بڑا گناہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ لہٰذا اس کی ہرگز اجازت نہیں کہ جادو کروانے والے پر بدلے میں جادو کروایا جائے۔ کیونکہ یہ یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ جادو کس نے کروایا ہے؟ اگر معلوم ہو بھی جائے تب بھی پلٹ کر اس پر جادو کروانا ایسے ہی ہے جیسے اگر کسی نے گندی گالی دی تو سننے والا بھی اسے کوئی گندی گالی دے دے، ظاہر ہے کہ ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔[9] بلکہ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کبھی کسی سے اپنی ذات کا بدلہ نہ لیا بلکہ زیادتی کرنے والوں کے

عمل پر برداشت اور صبر کا مظاہرہ کرتے اور ان سے درگزر فرماتے یہاں تک کہ جان کے دشمنوں کو بھی معاف کر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور نہ تو عادۃً بُری باتیں کرتے تھے اور نہ تکلُّفاً، نہ بازاروں میں شور کرنے والے تھے اور نہ ہی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے تھے بلکہ آپ معاف کرتے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔[10]
چنانچہ لَبِید بن اَعصم یہودی نے جب حضور پر جادو کیا تو معلوم ہو جانے کے باوجود بھی اسے کوئی سزا نہ دی۔ حالانکہ اگر آپ چاہتے تو اس کو سزا دے سکتے تھے اور اس سے انتقام لے سکتے تھے، کیونکہ اللہ پاک نے آپ کو تمام اختیارات عطا فرمائے، مگر اس کے باوجود آپ نے معافی کو اختیار فرمایا۔[11] اس سے ہمیں بھی یہ سیکھنے کو ملا کہ کوئی ہم پر جادو کروائے یا کسی اور طرح نقصان پہنچائے، حق دبائے یا دل دکھائے، ہمیں حضور کی سیرت پر چلتے ہوئے بُردباری، معافی اور درگزر کو اپنانا چاہئے۔ الحمد للہ! ہمارے بزرگانِ دین بھی حضور کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جادو کروانے والوں کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک جادوگر نے بابا فریدگنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پر جادو کر دیا جس کی وجہ سے آپ سخت بیمار ہوگئے، بھوک لگتی نہ پیاس اور طبیعت پر سخت بوجھ محسوس ہوتا۔ خواجہ نظام الدین اولیا اور مولانا بدر الدین اسحاق جادو کا پتا لگانے میں مصروف ہوگئے، آخر کار ایک قبر سے آٹے کا پُتلا برآمد ہوا جس میں بہت سی سوئیاں چبھی ہوئی تھیں، دونوں حضرات آٹے کا وہ پُتلا بابا فرید گنج شکر کی خدمت میں لائے، جوں جوں سوئیاں نکالی گئیں توں توں آپ کی طبیعت میں بہتری کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے یہاں تک کہ آخری سوئی نکلتے ہی آپ تندرست ہو گئے۔ پاک پتن کے حاکم نے اس جادوگر کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا کہ آپ خود ہی اس کیلئے سزا تجویز فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ پاک نے مجھے صحت کی نعمت عطا فرمائی ہے، لہٰذا میں جادوگر کو معاف کرتا ہوں۔ جادوگر آپ کے اچھے اَخلاق سے اس قدر مُتاثِر ہوا کہ فوراً قدموں میں گر پڑا اور توبہ تائب ہو کر آپ کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔[12]

جادو کا دینی کاموں میں رکاوٹ بننا جو خوش نصیب مسلمان شب و روز اصلاحِ اُمّت کے اہم کام میں مصروف ہوتے ہیں، اپنے بیانات، اپنی تحریروں یا دیگر ذرائع سے لوگوں کو نیکی کی دعوت دینے اور بُرائیوں سے بچانے کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں ان کے حاسدین انہیں اس عظیم مشن سے روکنے کے لئے ان پر یا ان کے گھر میں سے کسی فرد پر جادو کرتے کرواتے اور دین کے کاموں میں رکاوٹیں ڈالتے رہتے ہیں اور کئی مبلغین و مبلغات کے ساتھ اس طرح کا معاملہ ہوتا بھی ہوگا تاکہ وہ اپنے مشن سے پیچھے ہٹ جائیں، دین کا کام نہ کر سکیں اور معاشرے میں پھیلی بدمذہبیت اور گناہوں کی یلغار کو روکنے میں ناکام رہیں یا مختلف روحانی اور جسمانی امراض میں مبتلا ہو کر دین کا کام کرنا ہی چھوڑ دیں، لہٰذا اگر کسی مبلغ یا مبلغہ کو اس طرح کی صورتِ حال در پیش ہو تو اسے چاہئے کہ فوراً الرٹ ہو جائے اور اس معاملے کو ہلکا لینے اور الٹی سیدھی اینٹی بائیو ٹکس لینے کے بجائے اپنے علاقے میں دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کے لگنے والے روحانی علاج کے بستے سے رابطہ کرے، اپنی کیفیت بتا کر جلد سے جلد جادو جیسی آفت سے پیچھا چھڑوا کر پھر سے نیکی کی دعوت کی دھوم میں مچانے میں مصروف ہو جائے۔ اگر اسلامی بہنوں کا بستہ نہیں لگتا تو اپنے کسی محرم کے ذریعے مدنی مرکز فیضانِ مدینہ میں لگنے والے روحانی علاج کے بستے سے تعویذات منگوائے جاسکتے ہیں۔

---

(1) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 5/ 349 (2) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 3/ 56 (3) غیبت کی تباہ کاریاں، ص225 (4) ابوداود، 3/ 427، حدیث: 3597 (5) مدنی مذاکروں کے 137 سوالات جوابات، ص147 (6) ابنِ ماجہ، 3/ 37، حدیث: 2199 (7) معجم اوسط، 1/ 542، حدیث: 1998 ملتقطاً (8) معجم اوسط، 4/ 19، حدیث: 5064 (9) ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت، 2/ 152 (10) ترمذی، 3/ 409، حدیث: 2023 (11) تفسیر ابنِ کثیر، 7/ 193 ماخوذاً (12) فیضانِ بابا فرید گنج شکر، ص43

حشر کے دن سایۂ عرش پانے والے (قسط26)

گزشتہ سے پیوستہ گزشتہ تین قسطوں میں 46 ایسے افراد کا ذکر ہو چکا ہے جنہیں قیامت کے دن اللہ پاک کے عرش کا سایہ نصیب ہو گا اور وہ افراد یہ ہیں:(1)عادل حکمران (2)جوانی عبادت میں گزارنے (3)مسجدوں سے دل لگانے (4)رضائے الٰہی کے لئے باہم محبت کرنے (5)دعوتِ گناہ سے باز رہنے (6)پوشیدہ صدقہ کرنے (7)تنہائی میں رب کو یاد کر کے رونے (8)اپنی قوم کی حفاظت کرنے (9)قرض معاف کرنے (10)قرض دار کو مہلت دینے (11)کسی ناسمجھ کے ساتھ تعاون کرنے (12)مجاہدین کی مدد کرنے (13)مکاتب غلام کی آزادی میں اس کی مدد کرنے (14)مسلمانوں پر نرمی کرنے والے (15)غازی کے سر پر سایہ کرنے والے (16)بھوکے کو کھانا کھلانے (17)سچا تاجر (18،19)یتیم یا بیوہ کی کفالت کرنے (20)اچھے اخلاق سے پیش آنے (21)غم کھانے والے (22)بچے کی موت پر صبر کرنے والیاں (23)اپنے یتیم بچوں کی خاطر آگے شادی نہ کرنے والیاں (24)بچے کی موت پر تعزیت و غم خواری کرنے (25)اچھی مہمان نوازی کرنے (26)انصاف کرنے والے بادشاہ کو نصیحت کرنے (27)صلہ رحمی کرنے اور (28)یقین رکھنے (29)دشواری میں وضو کرنے (30)اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے (31،32)حق کو قبول کرنے اور سوال پورا کرنے (33)بھوکا رہنے (34)دنیا سے منہ موڑنے والے یعنی زاہد لوگ (35)تلاوت قرآن کرنے (36)راہِ خدا میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنے (37)اپنا ہاتھ حرام کی طرف نہ بڑھانے (38،39)سود اور رشوت سے بچنے (40)حرام چیزوں کو نہ دیکھنے (41)بدکاری سے بچنے (42)عیادت کرنے (43)وقت پر نماز پڑھنے (44)روزہ رکھنے والے (45)حضرت علی سے محبت رکھنے والے اور (46)سورۃ الانعام کی پہلی تین آیات صبح کی نماز میں تلاوت کرنے والے۔

اس قسط میں مزید ان افراد کا ذکرِ خیر ہو گا جو قیامت کے دن سایۂ عرش میں ہوں گے:

(47)پریشان حال کی پریشانی دور کرنے والے کسی پریشان حال امتی کی پریشانی دور کرنے والے کو بھی سایۂ عرش کی خوشخبری دی گئی ہے۔[1] نیز اللہ پاک کے آخری و پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دکھیاری امت میں سے کسی فرد کی پریشانی و تکلیف دور کرنے والے کو جنت کی وادیوں میں اللہ پاک کے جوارِ رحمت پانے کی خوشخبری بھی مروی ہے۔[2]

(48)سنت کو زندہ کرنے والے سنت کو زندہ کرنے والوں کو بھی سایۂ عرش[3] اور جنت میں اللہ پاک کے جوارِ رحمت[4] پانے کی بشارت دی گئی ہے۔

(49)درودِ پاک پڑھنے والے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر کثرت سے درود پڑھنے والے بھی قیامت کے دن سایہ عرش میں ہوں گے[5] بلکہ ایک روایت کے مطابق سب سے زیادہ درودِ پاک پڑھنے والا بروزِ قیامت حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہو گا۔[6]

(50)ذِکْرُ اللہ کرنے والے ذِکْرُ اللہ کرنے والے بھی عرش کے سائے میں ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے عرض کی: اے میرے ربّ! جو

اپنی زبان اور دل سے تیرا ذکر کرے اس کی جزا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! قیامت کے دن میں اسے اپنے عرش کا سایہ عطا کروں گا اور اسے اپنی خاص رحمت میں رکھوں گا۔[7]

(51) نیکی کی دعوت دینے والے حضرت کعبُ الاحبار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کریم نے توریت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! جو نیکی کی دعوت دے، بُرائی سے منع کرے اور لوگوں کو میری عبادت کی طرف بلائے تو دنیا اور قبر میں اس کے لیے میرا ساتھ ہے اور بروزِ قیامت وہ میرے (عرش کے) سائے میں ہوگا۔[8]

(52تا56) سایۂ عرش دلانے والے اوصاف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک سے سوال کیا: اے میرے ربّ! تیرے وہ کون سے بندے ہیں جنہیں تو اس دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ تو اللہ پاک نے سات افراد کا ذکر فرمایا، جن میں سے چار یہ لوگ بھی ہوں گے: 1 جن کے ہاتھ (جُرموں سے) بری ہوں گے۔ 2 جن کے دل پاک ہوں گے۔ 3 وہ میری محبت کے ساتھ یوں مانوس ہوتے ہیں، جیسا کہ بچہ لوگوں کی محبت سے مانوس ہوجاتا ہے۔ 4 جب میری حرمتوں کو پامال کیا جارہا ہو تو ایسے غضبناک ہوتے ہیں جیسے چیتا لڑائی کے وقت غضبناک ہوتا ہے۔[9] ابنِ عساکر نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: اور صبح کے وقت مجھ سے استغفار کرتے ہیں۔[10]

(57) حسد سے بچنے والے حسد کے متعلق مروی ہے کہ یہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔[11] حسد سے بچنا اللہ پاک کو اتنا پسند ہے کہ قیامت کے دن ایسا شخص اللہ پاک کے سایۂ عرش میں ہوگا۔[12] جو بلاشبہ اس شخص کے یقینی جنّتی ہونے کی بھی علامت ہے، کیونکہ ایک مرتبہ حضور نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے تین دن تک لگاتار ارشاد فرمایا کہ ابھی اس دروازے سے ایک جنّتی شخص داخل ہوگا۔ تو ہر بار ایک ہی شخص داخل ہوتا، لہٰذا جب تحقیق کی گئی کہ وہ شخص کیا نیک عمل کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے دل میں کسی مسلمان سے بددیانتی پاتا ہے نہ اللہ پاک کی عطا کردہ بھلائی پر کسی سے حسد کرتا ہے۔[13]

(58) چغلی سے بچنے والے حسد کی طرح چغلی بھی جنت سے محرومی کا سبب ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔[14] چغلی سے بچنے والے کا مرتبہ کیا ہوگا، اس کے متعلق منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو عرش کے سائے میں دیکھا تو آپ کو اس کے مرتبے پر رشک آیا اور پھر جب آپ نے اللہ پاک سے اس کا نام پوچھا تو اللہ کریم نے آپ کو اس کا نام بتا دیا اور ساتھ میں اس شخص کے اس مرتبہ پر فائز ہونے کے جو اوصاف ارشاد فرمائے، ان میں سے ایک وصف اس شخص کا چغلی سے بچنا بھی بیان فرمایا۔[15]

(59) والدین کی اطاعت کرنے والے والدین کی خدمت و اطاعت کرنے والوں کو ایک طرف قیامت کے دن سایۂ عرش پانے کی نوید[16] دی گئی ہے تو دوسری طرف انہیں دنیا میں ہی جنّتی ہونے کی بھی کئی روایات میں خوش خبریاں بھی دی گئی ہیں، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے والدین کا فرمانبردار ہو تو اس کے لئے صبح ہی کو جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور جس کے والدین میں سے ایک ہی ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ عرض کی گئی: اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم کریں۔ تو حضور نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ ظلم کریں۔[17]

---

1 القول البدیع، ص 263، رقم:20 2 تمہید الفرش، ص 16 3 شرح زرقانی علی المؤطا، 4/469، حدیث:1841 4 تمہید الفرش، ص16 5 القول البدیع، ص263، رقم:20 6 ترمذی، 2/27، حدیث: 484 7 حلیۃ الاولیاء، 4/48، حدیث: 4705 8 حلیۃ الاولیاء، 6/36، رقم:7716 9 کتاب الزھد للامام احمد، ص110، حدیث: 389 10 تاریخ ابنِ عساکر، 61/141 11 ابوداود، 4/361، حدیث:4903 12 البدور السافرۃ، ص132، رقم :375 13 شعب الایمان، 5/264، حدیث:6605 14 مسلم، ص65، حدیث:290 15 البدور السافرۃ، ص132، رقم:375 16 البدور السافرۃ، ص132، رقم:375 17 شعب الایمان، 6/206، حدیث:7916

حضور کی صحابہ سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 25ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جا رہے ہیں)

بنتِ محمد خلیل
درجہ: سادسہ، جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمّ عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ

ارشادِ باری ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۱۲۸) (پ11، التوبۃ:128) ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

اعلیٰ اخلاق کے اعتبار سے حضور کا نہ تو کوئی ثانی ہوا اور نہ کبھی ہو سکے گا، کیونکہ اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عظیم اخلاق سے نوازا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۴) (پ29، القلم:4) ترجمہ: اور بیشک تم یقیناً عظیم اخلاق پر ہو۔

کوئی انسان بھی مکمل طور پر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اخلاق کو بیان نہیں کر سکتا۔ جب ہم دنیا کی نعمتیں نہیں گن سکتیں جو کہ بہت تھوڑی ہیں تو جسے ربِّ کریم **عظیم** کہے اسے کیسے گن سکتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خِلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا ترے خالقِ حُسن و ادا کی قسم

اللہ پاک نے اپنے محبوبِ کریم کو جو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں ان میں سے ایک حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اپنے اصحاب کے ساتھ محبت و شفقت بھی ہے۔

خیال رہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ عظیم ہستیاں ہیں کہ جن کے بارے میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، اِن میں سے جس کے پیچھے بھی چلو گے ہدایت پا جاؤ گے۔[1] ایک اور مقام پر فرمایا: اللہ پاک نے میرے صحابہ کو نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے اور میرے تمام صحابہ میں خیر یعنی بھلائی ہے۔[2]

ان روایات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے اصحاب سے اس قدر محبت فرماتے ہیں کہ اپنی اُمّت کو ان کے پیچھے چلنے کی تعلیم ارشاد فرما رہے ہیں۔

حضور کی صحابہ کرام سے محبت و شفقت کے چند واقعات

حضرت انس سے محبت حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔ حضور نے مجھے ایک دن کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے کہا: اللہ پاک کی قسم! میں نہ جاؤں گا اور دل میں یہ تھا کہ اس کام کے لئے جاؤں جس کا مجھے آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حکم دیا۔ چنانچہ میں روانہ ہو گیا یہاں تک کہ میں کچھ بچوں پر گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ اچانک حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پیچھے سے میری گردن پکڑ لی۔ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف دیکھا، آپ مسکرا رہے تھے، فرمایا: اے اُنیس! کیا تم وہاں جا رہے ہو جہاں جانے کا میں نے تم کو حکم دیا تھا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میں جا رہا ہوں۔[3]

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خیال رہے کہ یہ جواب نافرمانی یا مخالفتِ حکم نہیں بلکہ ناز بردار بے نیاز

کریم پر نیاز مندانہ ناز ہے۔ یہاں حضور علیہ السلام کا آپ کی گردن پکڑنا پیار و محبت اور آپ کو اُنیس کہہ کر پکارنا محبت و کرم سے تھا۔[4]

حضرت ابو ہریرہ سے محبت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بھوک کی حالت میں راستے میں موجود تھے کہ اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف لائے اور چہرہ دیکھ کر ان کی حالت سمجھ گئے۔ انہیں ساتھ لے کر اپنے مکانِ عالی شان پر تشریف لائے تو دودھ کا ایک پیالہ موجود تھا جو کسی نے بطورِ تحفہ بھیجا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ جا کر اَصحابِ صُفّہ کو بُلا لائیں۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ ایک پیالہ دودھ سے صُفّہ والوں کا کیا بنے گا! اگر یہ دودھ مجھے عطا ہو جاتا تو میرا کام بن جاتا۔ بہرحال حکمِ رسالت پر عمل کرتے ہوئے اصحابِ صُفّہ کو بُلا لائے۔ اب اِن ہی کو حکم ہوا کہ پیالہ لے کر سب کو دودھ پلائیں۔ آپ پیالہ لے کر اصحابِ صُفّہ میں سے ایک صاحب کے پاس جاتے، جب وہ سَیر ہو کر پی لیتے تو ان سے پیالہ لے کر دوسرے کے پاس جاتے۔ ایک ایک کر کے جب تمام حاضرین نے سیر ہو کر دودھ پی لیا تو پیالہ لے کر حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پیالہ لے کر اپنے مبارک ہاتھ پر رکھا، ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ پھر فرمایا: بیٹھو اور پیو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر دودھ پیا۔ دوبارہ حکم ہوا: پیو، انہوں نے پھر پیا۔ حضور بار بار فرماتے رہے: پیو! اور حضرت ابوہریرہ پیتے رہے یہاں تک عرض کی: اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میرے پیٹ میں اب مزید گُنجائش نہیں۔ تو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان سے پیالہ لے کر اللہ پاک کی حمد کی، بسم اللہ پڑھی اور باقی دودھ پی لیا۔[5]

کیوں جنابِ بُوہُریرہ تھا وہ کیسا جامِ شِیر
جس سے سَتّر صاحبوں کا دودھ سے مُنہ پھر گیا

قربان جائیے! نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ان اداؤں کے، حضور اپنے غلاموں کے حالات جانتے ہیں جبھی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دلی کیفیت جان کر مسکرانے لگے اور یہ آپ کی محبت و شفقت ہی تھی کہ اپنے اصحاب کی بھوک مٹانے کے بعد دودھ پیا۔ ان کے علاوہ بھی کئی ایسی روایات و واقعات ہیں کہ جن میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اپنے اصحاب سے محبت اور ان پر آپ کی شفقت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مولانا مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ ہیں شانِ کرم کانِ کرم جانِ کرم
آپ ہیں فضلِ اَتم لطفِ اَعم کی صورت

اللہ کریم ہمیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سچی محبت اور ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جُود و کرم اور آپ کی شفاعت سے حصہ نصیب فرمائے۔ اٰمین بجاہِ خاتمِ النّبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

بنتِ صفدر
(درجہ: سادسہ، جامعۃ المدینہ گرلز جمعہ سٹی فیصل آباد)

ہمیں تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ایک جیسی محبت رکھنی چاہئے۔ کیونکہ ہر صحابیِ نبی جنّتی جنّتی۔ نیز اللہ پاک بھی ان سے محبت کرتا ہے جن سے اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم محبت فرماتے ہیں۔ چنانچہ اللہ پاک ان کے متعلق ارشاد فرماتا ہے: رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (پ30، البینۃ: 8) ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ اور جن سے اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم راضی ہوں ان کا ٹھکانا یقیناً جنت ہے۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے جس قدر اصحابِ رسول علیہم الرضوان کو محبت اور عشق تھا اسی قدر بلکہ اس سے کئی گنا بڑھ کر آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے پیارے اصحاب علیہم الرضوان سے محبت تھی۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ اچھا سُلوک فرماتے، ان کی دل

جوئی فرماتے، ان کی دعوت کو قبول فرماتے، ان سے نرم لہجے میں بات چیت فرماتے، ان کے بچوں کے ساتھ پیار فرماتے، ان سے مزاح بھی فرماتے، ان کے بچوں سے کھیلتے، ان کو گود میں بٹھاتے، جب کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت بھی کرتے اور عیادت کے لیے خود تشریف لے جاتے اور کیوں نہ ہوتا کہ آقا کریم صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم پر دل و جان سے قربان ہونے والے یہ پیارے صحابہ کرام علیہم الرضوان ہر مشکل میں آقا کریم صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ کھڑے رہے، آقا کریم صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کے ہر حکم پر لبیک کہنے کے لیے حاضر رہتے اور آپ پر جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے۔ لہٰذا حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم بھی اپنے صحابہ علیہم الرضوان کی اس محبت کو جانتے تھے اور اسی قدر بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے اصحاب علیہم الرضوان سے محبت فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کس قدر اپنے اصحاب سے محبت فرماتے تھے، آیئے! انہی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے۔ چنانچہ،

اچھا سلوک فرماتے حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کے خاص خادم حضرت انس رضی اللہُ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کی دس برس خدمت کی مگر آقا صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم نے کبھی بھی مجھ سے اُف تک نہیں فرمایا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا یا یہ کیوں نہ کیا؟[6]

قربان جایئے! یہ بھی آقا صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کا اندازِ محبت ہے کہ کبھی بھی آقا صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم نے ان کو کسی بات پر نہیں جھڑکا، نہ ہی ڈانٹا، حالانکہ انسان کتنا ہی صابر کیوں نہ ہو مگر کبھی نہ کبھی وہ پریشانی میں کچھ نہ کچھ بول ہی دیتا ہے مگر آقا صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم اپنے اصحاب سے نہایت نرمی و شفقت والا معاملہ فرماتے اور غلطی ہو جانے پر نہ ہی جھڑکتے، نہ ہی ڈانٹتے بلکہ اچھے انداز سے اصلاح فرماتے۔ حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کے اس انداز سے واضح ہوا کہ حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم اپنے اصحاب سے کس قدر محبت فرماتے، نہ صرف خود محبت فرماتے بلکہ اس کا حکم بھی ارشاد فرماتے۔ چنانچہ

صحابہ سے محبت کا حکم حضرت عبدُ اللہ بن مُغَفَّل رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ پاک سے ڈرو! میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی تو اس نے میری دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی رکھی اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ پاک کو تکلیف دی اور جس نے اللہ پاک کو تکلیف دی تو قریب ہے کہ اللہ پاک اس کی پکڑ فرمائے۔[7]

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کے صحابہ علیہم الرضوان سے جب تک محبت نہ ہو گی محبتِ رسول کا دم بھرنا بیکار ہے۔ نیز حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کے اس فرمان سے واضح ہوا کہ حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کو اپنے اصحاب کی کتنی فکر اور ان سے کتنی محبت تھی کہ آپ نے اپنی اُمّت کو حکم دیا کہ ان سے محبت کرنا لازم ہے۔

فاروقِ اعظم کی دل جوئی حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کی مختلف مواقع پر اپنے اصحاب کی دل جوئی فرمانے کے کئی واقعات مروی ہیں، ان میں سے ایک واقعہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہُ عنہ کا بھی ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی تو حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم نے اجازت عطا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھول جانا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: یہ کلمات مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ خوشی دیتے ہیں۔[8]

حضور نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کا اپنے اصحاب علیہم الرضوان کے دل میں خوشی داخل کرنے کا یہ عمل نرالا اور آپ کی شایانِ شان تھا، آپ کو معلوم تھا کہ کن کلمات کی وجہ سے میرے صحابی کا دل خوش ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے یہ کلمات

ارشاد فرمائے جو کہ واقعی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خوشی کا باعث بنے اور انہوں نے اس کا اظہار یوں فرمایا کہ **یہ کلمات مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ خوشی دیتے ہیں۔** ورنہ امتی کی کیا مجال کہ وہ اس ہستی کے لئے دعا کرے کہ جن پر دن رات رحمتوں کے سائے ہیں اور جن کے صدقے امتیوں کو نعمتیں ملتی ہیں۔

انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے بعض اوقات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جب کسی چیز کی طلب ہوتی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی وہ حاجت پوری فرمادیا کرتے تھے۔ چنانچہ

بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حُدیبیہ کے دن لوگ شدتِ پیاس میں مبتلا ہوئے اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے ایک برتن رکھا ہوا تھا جس سے آپ وضو فرما رہے تھے۔ جب لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لئے پانی نہیں ہے، بس یہی تھا جو اس برتن کے اندر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے برتن میں اپنا دستِ مبارک رکھ دیا تو آپ کی مبارک انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی پھوٹ نکلا، ہم نے پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا: اس وقت آپ کتنے لوگ تھے؟ فرمایا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی سب کے لئے کافی ہو جاتا۔ ہم پندرہ سو تھے۔[9]

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

یہ تھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اُلفت و محبت کہ اِدھر انہوں نے پانی نہ ہونے کی شکایت کی، اُدھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خاص ان کے لیے اپنے دستِ مبارک سے چشمہ جاری فرما دیا، صرف یہی نہیں، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی اُلفت کو بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو! کیونکہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرے تو ان کے ایک مُد کو تو کیا آدھے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔[10]

سبحان اللہ! اللہ پاک نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کس قدر عظمت عطا فرمائی کہ کوئی چاہے کتنا زیادہ ہی مال کیوں نہ راہِ خدا میں خرچ کرے مگر جو اصحابِ رسول خرچ کر چکے ان کے اجر و ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔

اگر ہر صحابیِ رسول کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت و فضیلت کو الگ الگ ذکر کیا جائے تو یہ مضمون ناکافی ہے، کیونکہ ان کے واقعات کا سمندر نہایت وسیع ہے، اسی لیے یہاں صرف چند اصحابِ رسول کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ ہر صحابی کے اعتبار سے کئی کئی روایات ہیں۔ بہر حال حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ان ہستیوں سے کامل محبت کی جائے جن سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم محبت فرماتے ہیں اور ہدایت کی راہ پر جاری و ساری رہنے کے لئے اگر ہم کسی ایک بھی صحابیِ رسول کی پیروی کریں گی تو ان شاء اللہ ہم فرمانِ مصطفےٰ کے مطابق ہدایت پانے والے مسلمانوں میں شمار ہوں گی۔ کیونکہ اللہ کے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کے بھی پیچھے چلو گے ہدایت پاؤ گے۔[11] اللہ پاک ہمیں بھی محبتِ صحابہ کی نعمت سے مالا مال فرمائے۔ اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

(1) مشکاۃ المصابیح، 2/414، حدیث: 6018 (2) مجمع الزوائد، 9/736، حدیث: 16383 ملتقطاً (3) مسلم، ص972، حدیث: 6015 (4) مراٰۃ المناجیح، 8/66، 66 ملتقطاً (5) بخاری، 4/244، 234 حدیث: 6452 ملخصاً (6) ابو داود، 4/324، حدیث: 4774 (7) ترمذی، 5/463، حدیث: 3888 (8) ریاض الصالحین، ص217، حدیث: 714 (9) بخاری، 3/69، حدیث: 4152 (10) بخاری، 2/522، حدیث: 3673 (11) مشکاۃ المصابیح، 2/414، حدیث: 6018

حضرت یونس علیہ السلام کے معجزات وعجائبات

(تیسری وآخری قسط)

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے، اس میں مختلف اقوال مروی ہیں۔ چنانچہ جلالین شریف میں ہے کہ آپ اُسی دن یا3 دن یا7 دن یا20 دن یا40 دن کے بعد[1] 10 محرم شریف کے دن مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے۔[2]

مچھلی کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد جسمانی کیفیت مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے آپ ایسے کمزور ہوگئے تھے جیسے بچہ پیدائش کے وقت بے طاقت ہوتا ہے۔ آپ کے جسم پر گوشت رہا نہ بال، یہاں تک کہ اس چوزے کی طرح ہوگئے کہ جس کے جسم پر بال ہوتے ہیں نہ پر۔ نیز آپ کی ہڈیاں ایسی کمزور ہوگئی تھیں کہ جن میں سورج کی تپش اور ہواؤں کے جھونکوں کو بھی برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی۔[3] ایک قول کے مطابق اس وقت آپ کے جسم پر بال، کھال اور ناخن کچھ بھی نہ تھا۔[4]

کدّو کا درخت ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی بینائی بھی چلی گئی تھی اور آپ اتنے کمزور ہوگئے تھے کہ کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تھی۔ پھر اللہ پاک نے آپ کے لئے کدو کا درخت اُگایا جس کی 4 ہزار ٹہنیاں تھیں، یہی آپ کا بستر اور چادر تھی۔[5] آپ اس درخت کی تروتازگی دیکھ کر حیران ہو گئے۔[6] اس درخت کا سایہ بہت وسیع تھا اور اسے حکم تھا کہ وہ اپنی ٹہنیوں سے آپ کو دودھ پلائے، چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام ان ٹہنیوں سے اس طرح دودھ پیتے تھے جس طرح چھوٹا بچہ پیتا ہے۔[7] تفسیرِ خازن میں یوں ہے کہ جس جگہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے وہاں کوئی سایہ نہ تھا تو اللہ پاک نے ان پر سایہ کرنے اور ان کی حفاظت کے لئے کدو کا پیڑ اگا دیا اور اللہ پاک کے حکم سے روزانہ ایک پہاڑی بکری آتی اور اپنا تھن حضرت یونس علیہ السلام کے مبارک منہ میں دے کر آپ کو صبح و شام دودھ پلا جاتی یہاں تک کہ جسمِ مبارک کی جلد یعنی کھال مضبوط ہوگئی، بال اُگ آئے اور جسم میں توانائی آگئی۔ چنانچہ آپ سوگئے، جب بیدار ہوئے تو درخت خشک ہوچکا تھا، لہٰذا آپ کو سورج کی تپش محسوس ہوئی، آپ سخت غمگین ہوئے یا رونے لگے تو اللہ پاک نے حضرت جبریلِ امین علیہ السلام کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ کیا آپ درخت (خشک ہونے) پر رو رہے ہیں اور اپنی قوم کے ایک لاکھ توبہ کرنے والے مسلمان اُمّتیوں (کی ہلاکت) پر غمگین نہیں ہوتے![8] ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ پاک نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ کیا تم ایسے درخت پر رو رہے ہو جسے اللہ پاک نے اُگایا؟ اور تم ان لاکھ یا لاکھ سے زیادہ لوگوں پر نہیں روتے جنہیں تم نے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی خطا پہچان گئے اور بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار کرنے لگے تو اللہ پاک نے آپ کی خطا کو معاف فرما دیا۔[9] ایک قول یہ ہے کہ اللہ پاک کے حکم سے ایک ہرنی آکر آپ کو دودھ پلاتی یہاں تک کہ آپ طاقتور ہو گئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے، آپ کو

سلام کیا، اپنا ہاتھ آپ کے سر اور جسم پر پھیرا تو آپ کی داڑھی نکل آئی اور بینائی واپس آگئی، اس کے بعد اللہ کریم کی جانب سے آپ کو دوبارہ اسی قوم کی جانب جانے کا حکم ہوا تو آپ اپنی قوم کی طرف چل دیئے۔[10]

کدو کی بیل زمین پر پھیلتی ہے مگر یہ آپ کا معجزہ تھا کہ یہ کدو کا درخت قد والے درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا اور اس کے بڑے بڑے پتوں کے سائے میں آپ آرام کرتے تھے۔ مچھلی کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد آپ کا جسم لطیف ہو گیا تھا، چنانچہ آپ نے مکھیوں سے بچنے کے لئے اس کے پتے اپنے جسم پر لپیٹ لئے، کیونکہ کدو کے درخت پر مکھی نہیں بیٹھتی جبکہ دیگر درختوں پر مکھیاں بیٹھتی ہیں۔[11] نیز تفسیر نسفی میں بھی لکھا ہے کہ کدو کا فائدہ یہ ہے کہ مکھیاں اس پر جمع نہیں ہوتیں۔ یہ تمام درختوں میں سب سے جلد اُگتا، پھلتا اور بلند ہوتا ہے۔[12] حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کدّو شریف کو پسند فرماتے اور فرماتے: یہ میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کا درخت ہے۔[13]

دوبارہ نینوٰی کی جانب سفر اللہ پاک نے حضرت یونس علیہ السلام کو پہلے کی طرح موصل کی سرزمین میں قومِ نینوٰی کے ایک لاکھ بلکہ اس سے کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف انتہائی عزت و احترام کے ساتھ بھیجا، انہوں نے عذاب کے آثار دیکھ کر توبہ کرلی تھی، پھر حضرت یونس علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے پر باقاعدہ آپ کی بیعت کی اور اللہ پاک نے آخری عمر تک انہیں آسائش کے ساتھ رکھا۔[14] جیسا کہ ارشادِ باری ہے: وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۱۴۸﴾ (پ23، الصّٰفّٰت: 147، 148) ترجمہ: اور ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔ تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک فائدہ اٹھانے دیا۔

آپ قوم کی جانب واپس آرہے تھے کہ آپ کی قوم کا ایک چرواہا قریب سے گزرا، آپ نے پوچھا: یونس کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: ہمیں ان کا معلوم نہیں! البتہ وہ لوگوں میں سب سے اچھے اور سب سے سچے تھے، انہوں نے ہمیں عذاب آنے کے بارے میں بتایا تھا، جب عذاب آنے لگا تو ہم نے توبہ کر لی تو اللہ پاک نے ہم پر رحم کر دیا (اور عذاب دور ہو گیا)۔ ہم حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کر رہے ہیں، ہمیں نہیں پتا کہ وہ کہاں ہیں، نہ ہی ان کی کوئی خبر سننے میں آئی۔

تھن دودھ سے بھر گئے آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ اس نے کہا: جب سے یونس علیہ السلام ہم سے الگ ہوئے ہیں آسمان نے بارش نہیں برسائی، زمین نے سبز گھاس نہیں اگائی (جب جانور کھائیں پئیں گے نہیں تو دودھ کہاں سے آئے گا!)[15] آپ نے اس سے ایک دُنبی یا بکری منگوائی، پھر اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: اللہ پاک کے حکم سے اپنا دودھ جاری کر دے، اس کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ آپ نے دودھ دوہا، خود بھی پیا اور اس چرواہے کو بھی دیا۔

چرواہے کا یقین یہ دیکھ کر چرواہا کہنے لگا: اگر حضرت یونس زندہ ہیں تو وہ آپ ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں ہی یونس ہوں۔ تم اپنی قوم میں جاؤ اور میرا اسلام انہیں پہنچا دو۔ چرواہے نے عرض کی: بادشاہ نے کہا ہوا ہے کہ جو میرے پاس حضرت یونس علیہ السلام کی خبر دلیل کے ساتھ لائے گا تو میں اسے اپنی جگہ بادشاہ بناؤں گا، مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھ سے یوں کہہ دے گا کہ یہ بات تم بادشاہ بننے کے لئے کہہ رہے ہو۔

درخت، چٹان اور بکری کی گواہی آپ علیہ السلام نے فرمایا: جس بکری کا تم نے دودھ پیا ہے وہ گواہی دے گی، پھر (جس چٹان کے سائے کے نیچے بیٹھے تھے اس کی جانب اور قریبی درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: یہ چٹان اور درخت تمہاری گواہی دیں گے۔[16] چرواہا اپنی قوم کے پاس آیا اور اس نے غمگین و بلند آواز میں پکارا کہ میں نے اللہ پاک کے رسول حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ لوگ جمع ہو گئے اور اسے جھٹلایا تو اس نے کہا: میرے پاس گواہ موجود ہے۔ چنانچہ اس

نے بکری سے گواہی طلب کی کہ کیا اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ اللہ پاک نے بکری کو قوتِ گویائی عطا فرمائی تو اس نے جواب دیا: ہاں۔ انہوں نے میرا دودھ بھی پیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری گواہی دوں۔ پھر وہ انہیں لے کر چٹان کی طرف آیا اور اس سے بولا: اے چٹان! میں تجھے اس کا واسطہ دیتا ہوں جس نے ہم سے عذاب کو دور کیا ہے، کیا تو نے حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری گواہی دوں اور وہ میرے سائے میں کچھ دیر بیٹھے بھی ہیں۔ تم نیچے وادی میں چلے جاؤ۔ قوم نیچے وادی میں گئی تو وہاں دیکھا کہ آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔[17]

درس و نصیحت: بندگانِ خدا کی آزمائش اور ان کا صبر علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت یونس علیہ السلام کی دل ہلا دینے والی مصیبت اور مشکلات سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ اللہ پاک اپنے خاص بندوں کو کس کس طرح امتحان میں ڈالتا ہے۔ لیکن جب بندے امتحان میں پڑ کر صبر و استقامت کا دامن نہیں چھوڑتے اور عین بلاؤں کے طوفان میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے تو ارحم الراحمین اپنے بندوں کی نجات کا غیب سے ایسا انتظام فرما دیتا ہے کہ کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا۔ غور کیجئے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب کشتی والوں نے سمندر میں پھینک دیا تو ان کی زندگی اور سلامتی کا کون سا ذریعہ باقی رہ گیا تھا؟ پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا تو اب بھلا ان کی حیات کا کون سا سہارا رہ گیا تھا؟ مگر اسی حالت میں آپ نے جب آیتِ کریمہ کا وظیفہ پڑھا تو اللہ پاک نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں بھی زندہ و سلامت رکھا اور مچھلی کے پیٹ سے انہیں ایک میدان میں پہنچا دیا اور پھر انہیں تندرستی و سلامتی کے ساتھ اُن کی قوم اور وطن میں پہنچا دیا اور ان کی تبلیغ کی بدولت ایک لاکھ سے زائد آدمیوں کو ہدایت مل گئی۔[18]

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہاری اللہ پاک کے اس اسمِ اعظم کی طرف رہنمائی نہ کروں جس کے ساتھ جب بھی دعا کی جائے تو وہ قبول ہو جائے اور جب سوال کیا جائے تو عطا ہو جائے، وہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا ہے جو انہوں نے اندھیروں میں تین بار کی تھی۔ ایک شخص نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! یہ حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اللہ پاک کا یہ ارشاد نہیں سنا: وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ (پ17، الانبیاء:88) ترجمہ: اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں۔[19] مراد یہ ہے کہ یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کے لیے خاص نہیں مسلمانوں کے لیے بھی ہے، جب وہ ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگیں گے تو ان کی دعا بھی قبول ہوگی۔[20]

وفات و مزارِ مبارک حضرت یونس علیہ السلام کی وفات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات میں 815 سال کا فاصلہ ہے۔ جس شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر منور ہے اس کے اور بیتُ المقدس کے قریب ایک گاؤں میں حضرت یونس علیہ السلام کی قبرِ انور ہے اس بستی کو حَلْحُول کہا جاتا ہے۔ قبرِ انور کے قریب ایک مسجد اور منارہ بھی ہے لوگ دور دراز کا سفر کر کے قبرِ انور کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔[21]

(1) تفسیر جلالین، ص378 (2) فیض القدیر، 5/288، تحت الحدیث:7075 (3) تفسیر روح البیان، 7/488 (4) تفسیر روح المعانی، جزء:23، ص194 (5) الانس الجلیل، 1/266- التبصرہ لابن جوزی، 1/328 ملتقطاً (6) التبصرہ لابن جوزی، 1/328 (7) تاریخِ ابنِ عساکر، 74/288 (8) تفسیرِ خازن، 4/27 (9) تاریخِ ابنِ عساکر، 74/288 (10) الانس الجلیل، 1/266 (11) تفسیر روح البیان، 7/489 (12) نسفی، ص1010 (13) فتح الباری، 10/449 (14) تفسیر صراط الجنان، 8/352 (15) تاریخ ابنِ عساکر، 74/290 (16) تاریخ ابنِ عساکر، 74/290 (17) تاریخ ابن عساکر، 74/291 (18) عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص126، 127 (19) مستدرک، 2/184، حدیث: 1908 (20) تفسیر صراط الجنان، 6/367 (21) الانس الجلیل، 1/266، 267- معجم البلدان، 2/172

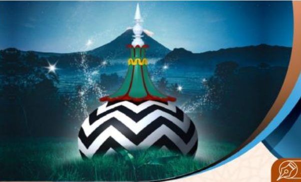

شرح سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

129

جن میں رُوحُ القُدُس بے اجازت نہ جائیں
اُن سُرادِق کی عِصمت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **سُرادق:** حجرہ۔

مفہومِ شعر حضور کی مقدس بیویوں بالخصوص سیدہ عائشہ رضی اللہُ عنہا کا حجرہ کہ جسے حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا، ان حجروں کی عصمت وپاکیزگی پر لاکھوں سلام کہ جن میں اجازت کے بغیر جبریل بھی نہ آئیں۔

شرح حضور کی مقدس بیویوں کے حجروں کے احترام وپاکیزگی کے سبب حضرت روح القدس بھی بغیر اجازت اندر نہ آتے، چنانچہ ان سب حجروں کی شان اپنی جگہ مگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس حجرۂ انور کی عصمت وعظمت تو سب سے نرالی ہے کہ جسے قیامت تک کے لیے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا اور اس شرف کی وجہ سے وہ فرشتوں کے رشک کرنے اور مخلوق کے رجوع کرنے کی جگہ بن گیا۔ اسی حجرے کا ایک حصہ کائنات کے ہر ہر ذرے یہاں تک کہ کعبہ بلکہ عرش وکرسی سے بھی بلند وبالا ہے اور یہ وہ حصہ ہے جو نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے جسمِ مبارک سے ملا ہوا ہے۔[1]

اسی حجرۂ انور میں حضور کے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی آرام فرما ہیں۔ یہی وہ مبارک مقام ہے جس کی زیارت کے لئے کروڑوں انسانوں کے دل دھڑکتے ہیں اور جو فرشتہ یہاں ایک بار حاضر ہوتا ہے، قیامت تک اس کی دوبارہ باری نہیں آتی۔

130

شمعِ تابانِ کاشانۂ اِجتِہاد
مفتیِ چار ملت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **اجتہاد:** مسائل کا استخراج۔ **چار ملت:** مراد چاروں خلفائے راشدین ہیں۔

مفہومِ شعر سیدہ عائشہ دینِ اسلام کے تمام مسائل کے حل کا مرکز اور اجتہاد کا روشن چراغ ہیں اور چاروں خلفائے راشدین بھی کئی مسائل کا حل آپ سے پوچھتے تھے۔ ایسی بے مثال علمی سمجھ بوجھ وباکمال اجتہاد رکھنے والی ہستی پر لاکھوں سلام۔

شرح **شمعِ تابانِ کاشانۂ اجتہاد** قیاس اور غور وفکر کے ذریعے قرآن واحادیث کی روشنی میں شرعی وفقہی مسائل کا حل نکالنا اجتہاد کہلاتا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بلاشبہ اس مرتبے پر فائز تھیں، آپ کی علمی شان وشوکت کے متعلق منقول ہے کہ آپ تمام لوگوں سے بڑھ کر فقیہ، عالمہ اور سب سے زیادہ اچھی رائے رکھنے والی تھیں۔[2] شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ اپنے دور کی عظیم فقیہ، عالمہ، فاضلہ اور بڑے علما صحابہ میں سے تھیں۔[3]

آپ کی علمی شان وعظمت کو سمجھنے کے لیے عظیم تابعی بزرگ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہی کافی ہے کہ اگر حضور کی تمام مقدس بیویوں بلکہ تمام خواتینِ اسلام کا علم جمع کر لیا جائے تو سیدہ عائشہ کا علم ان سب سے زیادہ ہوگا۔[4]

مفتیِ چار ملت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی شان وعظمت کے

پیشِ نظر تمام صحابہ بشمول خلفائے اربعہ اپنے دینی مسائل کے حل کے لیے آپ سے رہنمائی لیتے تھے، جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم اصحابِ رسول کو کسی بات میں مشکل پیش ہوتی تو امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں سوال کرتے اور آپ سے ہی اس بات کا علم پاتے۔[5] اتنا ہی نہیں بلکہ آپ باقاعدہ طور پر فتویٰ دیا کرتی کیونکہ اپنے والدِ محترم حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت ہی میں مستقل طور پر مفتیہ بن چکی تھیں، نیز حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد اپنی وفات مبارک تک فتویٰ دیتی رہیں۔[6]

131

جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود
حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **جاں نثار:** جان قربان کرنے والے۔ **حق گزاران:** حق ادا کرنے والے۔

مفہومِ شعر غزوۂ بدر و اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلّم پر اپنی جان کے نذرانے پیش کرنے والے اور حدیبیہ کے مقام پر حضور کے دستِ اقدس پر کی گئی بیعت رضوان کا حق ادا کرنے والے خوش نصیب صحابہ کرام پر رب کی طرف سے بے حد رحمتیں اور لاکھوں سلام۔

شرح اہلِ بیت اور حضور کی مقدس بیویوں پر سلام کے بعد اب صحابہ کرام کے مختلف طبقات پر سلام پیش کیا جارہا ہے۔

یوں تو تمام صحابہ جنتی ہیں مگر مقام و مرتبے کے لحاظ سے ان میں بعض بعض سے افضل و اعلیٰ ہیں، جیسا کہ خلفائے اربعہ تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں، ان کے بعد بقیہ عشرۂ مبشرہ و حضراتِ حسنینِ کریمین پھر اصحابِ بدر و اصحابِ بیعۃ الرضوان کے لئے افضلیت ہے اور یہ سب قطعی جنتی ہیں۔[7]

ایک روایت میں ہے کہ جو غزوۂ بدر اور حدیبیہ میں حاضر تھے ان شاء اللہ وہ آگ میں داخل نہ ہوں گے۔[8] علامہ ابو منصور تمیمی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ ترتیبِ افضلیت کے مطابق اصحابِ بدر کے بعد اصحابِ اُحد کے لیے افضلیت ہے اور اسی ترتیب پر سب کا اجماع ہے۔[9] ان کے بعد اصحابِ بیعتِ رضوان کا مقام و مرتبہ دیگر سے افضل و اعلیٰ ہے، یہ بیعت صلحِ حدیبیہ کے بعد مسلمانوں سے ہوئی اور چونکہ اللہ پاک نے پارہ 26، سورۃ الفتح کی آیت نمبر 18 میں ان بیعت کرنے والوں کو اپنی رضا کی بشارت دی، اس لئے اس بیعت کو **بیعتِ رضوان** کہتے ہیں۔[10] نیز حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلّم نے ان بیعت کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا: جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، ان شاء اللہ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو گا۔[11]

132

وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی **مژدہ:** خوشخبری۔ **جماعت:** گروہ۔

مفہومِ شعر وہ صحابہ کرام جن کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام۔

شرح وہ دس خوش نصیب صحابہ جن کو دنیا میں ہی خود حضور نے جنت کی بشارت عطا فرمائی، انہیں عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ اس مبارک جماعت میں یہ حضرات شامل ہیں: (1) حضرت ابو بکر صدیق (2) حضرت عمر فاروق (3) حضرت عثمان غنی (4) حضرت علی (5) حضرت طلحہ بن عبید اللہ (6) حضرت زبیر بن عوام (7) حضرت عبد الرحمن بن عوف (8) حضرت سعد بن ابی وقاص (9) حضرت ابو عبیدہ بن جراح (10) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔

---

(1) دُرِّ مختار، 4/62 (2) مستدرک، 5/18، حدیث: 6808 (3) مدارج النبوۃ، 2/469 (4) مستدرک، 5/14، حدیث: 6794 (5) ترمذی، 5/471، حدیث: 3909 (6) طبقات ابنِ سعد، 2/286 (7) بہارِ شریعت، 1/249، حصہ: 1 (8) ابنِ ماجہ، 4/508، حدیث: 4281 (9) بہارِ شریعت، 1/251، حصہ: 1 (10) تفسیر خزائن العرفان، ص943 (11) مسلم، ص1041، حدیث: 6404

مدنی مذاکرہ

کسی پر نفسیاتی اثر ڈالنا کیسا؟

سوال کسی پر نفسیاتی اثر ڈالنا کیسا ہے؟

جواب نفسیاتی اثر ڈالنا ہر صورت میں ناجائز نہیں ہوتا، بلکہ بعض صورتوں میں جائز بھی ہوتا ہے جیسا کہ مریض کو اگر دو چار باتیں ایسی بتائی جائیں کہ جس میں اس کا نقصان نہ ہو اور ان باتوں کا تعلق نفسیات سے ہو اس سے اسے سکون ملے گا تو صحیح ہے۔ جب لوگ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو اس کے گلے میں اسٹیتھو سکوپ Stethoscope لگا ہوتا ہے، لہٰذا اگر مریض بولتا ہے کہ مجھے نزلہ ہو رہا ہے یا کھانسی آرہی ہے تو ڈاکٹر صاحب اسٹیتھو سکوپ Stethoscope کو کان میں لگا کر مریض کے سینے اور پیٹھ پر رکھتے، مریض کا پیٹ اور پیٹھ دباتے اور دو چار سوالات بھی کرتے ہیں جس کے باعث مریض یہ سمجھتا ہے کہ ڈاکٹر بہت اچھا ہے اور بڑی دیکھ بھال کر کے مجھے دوا دے رہا ہے، حالانکہ ڈاکٹر کو پتا ہوتا ہے کہ اس نے مریض کو کیا دوا دینی ہے۔ مجھے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحبان مریض پر نفسیاتی اثر ڈالنے کے لیے اس طرح چیک کرتے ہوں گے۔

اسی طرح جب دوا بن رہی ہوتی ہے تو اس دوران اگر مریض بولے کہ ڈاکٹر صاحب مجھے یوں بھی ہوتا ہے تو ڈاکٹر صاحب دوا تو دے چکے ہوتے ہیں، لہٰذا اب مریض پر مزید نفسیاتی اثر ڈالنے کے لیے کمپاؤنڈر کو آواز دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایکوا Aqua کر دینا جس کے سبب مریض یہ سمجھتا ہے کہ کمپاؤنڈر کو مزید دوا ڈالنے کا کہا جا رہا ہے حالانکہ ایکوا Aqua پانی کو کہتے ہیں یعنی ڈاکٹر صاحب کمپاؤنڈر کو کہتے ہیں کہ دوا میں پانی ملا دینا۔

نفسیاتی اثر دلانے والا وہ انداز کہ جس میں نہ تو جھوٹ ہو، نہ ہی کوئی گناہوں بھری صورت ہو اور نہ ہی اس میں مریض کا کوئی نقصان ہو تو ضرور تاً ایسے انداز کا جائز ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ بسا اوقات نفسیاتی گفتگو سے بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں اور مریض موج میں آجاتا ہے۔ یاد رکھیے! اگر مریض کو ڈرایا جائے مثلاً اگر اسے کہا جائے کہ جو مرض تمہیں ہے یہی مرض ہمارے پڑوسی کو بھی ہوا تھا جس کے باعث وہ چار دن میں بستر پر آگیا اور آٹھ دن بعد اس کا جنازہ اٹھا، اب تمہیں بھی وہی بیماری لگ گئی ہے، اب تمہارا کیا ہو گا؟ اس طرح کی باتیں کرنا گویا مریض کے لیے بلیک وارنٹ جاری کرنا ہے، لہٰذا اب وہ سنبھل نہیں پائے گا۔ اگر مریض کو دعائیں دی جائیں مثلاً اس طرح کہا جائے کہ آپ کیوں گھبراتے ہیں؟ تمہارا مرض کیا اللہ پاک کی قدرت سے باہر ہے؟ کیا تمہارا مرض اللہ پاک ٹھیک نہیں کر سکتا؟ اللہ پاک چاہے تو دھول کی ایک چٹکی کے ذریعے بھی تمہیں شفا مل سکتی ہے لہٰذا تم بھی دعا کرو اور میں بھی دعا کروں گا اِن شاءَ اللہ سب بہتر ہو جائے گا۔ اس طرح کی باتیں سن کر مریض کو تسلی ہو گی۔ خیال رہے کہ دعا نفسیاتی اثر نہیں بلکہ الدّعاء سلاح المؤمن یعنی دعا مومن کا ہتھیار ہے۔[1] لہٰذا مریض کو دعا دینی چاہیے نہ کہ اسے ڈرانا چاہیے اور نہ ہی اس کے سامنے اپنے چہرے سے اس طرح کا اظہار کیا جائے کہ جس کے باعث مریض کو یہ محسوس ہو کہ میرا مرض بڑا تشویشناک ہے۔[2]

بچوں کو دھوپ لگانے کے فوائد

سوال بعض اوقات بچوں کی ولادت ہوتی ہے تو ان کی کچھ پیدائشی کمزوریوں کی وجہ سے ڈاکٹر انہیں وینٹی لیٹر پر ڈال دیتے ہیں اور کچھ ہی دنوں بعد بعض بچوں کا انتقال ہو جاتا ہے، یہ ارشاد فرمائیے کہ حمل کے دوران ایسی کیا حفاظتی تدابیر اختیار کی جائیں کہ جن سے ان مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے؟ نیز بچوں کو دھوپ لگانے کے حوالے سے کچھ مدنی پھول بھی بیان فرما دیجئے۔

جواب ہمارے بچپن بلکہ جوانی میں بھی ایسا سننا دیکھنا یاد نہیں پڑتا، پہلے ایسے مسائل بہت کم ہوتے ہوں گے اب یہ مسائل بہت ہو رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ بچہ Ventilator (یعنی سانس لینے کا مصنوعی آلہ) کے لائق ہوتا بھی ہے یا صرف پیسے نکلوانے کے لیے اس کو وینٹی لیٹر پر ڈال دیتے ہیں۔ اس معاملے میں ہر ڈاکٹر بُرا ہو یا ہر لیڈی ڈاکٹر بُری ہو اور وہ خیانت کرے یہ ضروری نہیں مگر دور بڑا نازک ہے اور ہر ایک کو پیسے کمانے کی حرص لگی ہوئی ہے۔ حمل کے دوران کی کئی احتیاطیں ہیں جو دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی کتب "گھریلو علاج" اور "مدنی پنج سورہ" میں بیان کی گئی ہیں ان کا مطالعہ کیجئے۔

بچوں کو شروع سے ہی دھوپ میں ڈالا جائے، دھوپ کے بڑے فوائد ہوتے ہیں۔ صبح جب سورج نکلتا ہے، اس کے بعد کی جو دھوپ ہوتی ہے وہ بچوں اور بڑوں سب کے لیے یکساں مفید ہوتی ہے۔ یوں ہی سورج ڈوبنے سے پہلے جو پندرہ بیس منٹ ہوتے ہیں اس وقت کی دھوپ بھی بہت بہتر ہوتی ہے، اس دھوپ میں بچوں کو پندرہ بیس منٹ کے لیے ڈال دیا جائے۔ آج کل لوگ بچوں کو دھوپ نہیں لگاتے، حالانکہ دھوپ بچوں کے لیے ضروری ہے بالخصوص بچی کے لیے کہ بچی کے جسم میں ایک ہڈی ہوتی ہے، اس کا تعلق بچے کی پیدائش سے ہوتا ہے، دھوپ نہ ملنے کی وجہ سے وہ ہڈی سکڑ جاتی ہے اور اس کی وجہ سے (ماں بنتے وقت) آپریشن کی ضرورت پیش آتی ہے۔[3]

نارمل ڈیلیوری کا وظیفہ

سوال نارمل ڈیلیوری کا کوئی وظیفہ ارشاد فرما دیجئے۔

جواب عورت سورۂ مریم روزانہ پڑھتی رہے، اگر خود نہیں پڑھ سکتی تو کوئی اور سورۂ مریم پڑھ کر پانی پر دم کر کے اسے دے اور وہ پیتی رہے ان شاءاللہ حضرت بی بی مریم رضی اللہ عنہا کی برکت سے نارمل ڈیلیوری ہو گی۔

قد کے اعتبار سے وزن کتنا ہونا چاہیے؟

سوال الحمدللہ اس سال (یعنی ۱۴۳۹ھ میں) حج کے موقع پر مکۂ مکرمہ میں آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ آپ نے مجھے دم کرنے کے ساتھ ساتھ وزن کم کرنے کی ترغیب دلائی تھی۔ جس پر لبیک کہتے ہوئے میں نے ایک ماہ میں 11 کلو وزن کم کر لیا ہے اور مزید کم کرنے کی کوشش جاری ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وزن کم کرنے سے اندرونی کمزوری ہو سکتی ہے۔ اس پر آپ کچھ مدنی پھول ارشاد فرما دیجئے۔

جواب اللہ کریم آپ کو صحت، عافیت اور راحتوں والی زندگی نصیب کرے۔ وزن کم کرنا اچھی بات ہے لیکن یہ آہستہ آہستہ ہو تو مفید رہتا ہے۔ اگر جذبات میں آ کر ایک دم وزن کم کریں گے جیسا کہ آپ نے ایک ماہ میں 11 کلو وزن کم کر لیا تو یہ کمزوری کا سبب بن سکتا ہے لہٰذا اعتدال سے کام لیتے ہوئے ہر ماہ پانچ کلو وزن کم کرنے کا ہدف بنا لیجئے۔ یاد رہے کہ وزن بہت زیادہ کم ہو جانا بھی نقصان دہ ہو سکتا ہے لہٰذا اچھی صحت کے لیے قد کے مطابق وزن ہونا چاہیے مثلاً اگر کسی کا قد چھ فٹ ہے تو اس کا وزن اوسطاً 72 کلو ہونا چاہیے یعنی ایک انچ پر ایک کلو وزن۔ چونکہ چھ فٹ میں 72 انچ ہوتے ہیں تو یوں اوسطاً 72 کلو وزن ہونا چاہیے۔[4]

---

1 مستدرک، 2/162، حدیث: 1855 2 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/252
3 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/256 4 ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 1/260

اُمورِ خانہ داری کی تربیت

اُمِّ میلاد عطاریہ*

ہر ماں چاہتی ہے کہ زمانے کے مصائب و آلام اس کی اولاد تک نہ پہنچیں، وہ چاہتی ہے کہ اُس کی اولاد کو ہر آسائش ملے بالخصوص بیٹی کے معاملے میں ماں بہت حساس رہتی ہے اور اُسے بہترین تعلیم دلوانے کی کوشش کرتی ہے، اسکول، کالج، مدرسے سے واپسی پر اس کے لئے کھانا تیار رکھتی ہے، کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی، جب امتحانات کا سلسلہ ہوتا ہے تو ماں کی حساسیت مزید بڑھ جاتی ہے وہ اپنی بیٹی کے کھانے پینے کا جہاں خیال رکھتی ہے وہیں اسے گھر کے ہر کام سے بھی بَری الذمہ کر دیتی ہے اپنی بیٹی کی تھکاوٹ کا بہت احساس کرتی ہے۔

یاد رکھئے! جہاں ماں اپنی بیٹی کو دنیا کے اُتار چڑھاؤ سکھاتی، معاشرے میں کیسے رہنا ہے لوگوں کو کیسے Face کرنا ہے سکھاتی ہے، وہیں ضرورت اس اَمر کی بھی ہے کہ مائیں اپنی بیٹیوں کو پیار محبت سے اُمورِ خانہ داری بھی سکھاتی رہیں، کیونکہ ہمارے معاشرے میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ بیٹی کو تعلیم تو سکھائی جاتی اور تعلیم مکمل ہوتے ہی اس کا اچھا اور مناسب رشتہ اگر آجائے تو بغیر کسی تاخیر کے اس کی شادی کر دی جاتی ہے، اور اس دوران اس بیٹی کو اتنا موقع بھی نہیں مل پاتا کہ وہ گھریلو کام سیکھ سکے کیونکہ دورِ طالبِ علمی میں تو اس بیٹی کی تھکاوٹ کا احساس رکھتے ہوئے اور بچی بچی کہتے ہوئے اس کو کھانا پکانے، اُمورِ خانہ داری وغیرہ سے دور رکھا جاتا رہا، مگر پھر جب اس بیٹی کا اچھا رشتہ آتے ہی اس کی شادی کر دی گئی تو اب اس بیٹی کو کھانا پکانا، اُمورِ خانہ داری نہ آنے کے سبب سسرال میں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اسی لئے ضروری ہے کہ بیٹی کی تعلیم و تربیت پر توجہ دیتے ہوئے اُسے شادی سے پہلے ہی پیار و محبت سے گھر داری کے کام سکھانا شروع کر دیئے جائیں کہ شادی کے بعد اسے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ ہو، ایسا بھی رویہ نہ رکھا جائے کہ سارا فوکس اُمورِ خانہ داری کی جانب کر دیا جائے اور بیٹی کو تعلیم و تربیت

سے ہی محروم رکھ دیا جائے اور نہ ہی ایسی سختی کی جائے کہ بیٹی ان اُمورِ خانہ داری سے ہی بے زار ہو جائے اور ان کاموں سے فرار کے راستے ڈھونڈتی رہے، تعلیم بھی دی جائے اس کے لئے وقت بھی دیا جائے اور اسی عمر میں گھریلو کام کاج بھی محبت وحکمتِ عملی سے سکھائے جائیں۔

اپنے گھر کا کام کاج خود کرلینا عورت کے لیے کسی شرم کا باعث نہیں بلکہ گھر کی خوشیوں اور عزت کا نسخہ ہے۔ خود رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی مقدس صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو کہ خاتونِ جنّت ہیں، ان کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ اپنے گھر کا سارا کام کاج خود اپنے ہاتھوں سے کیا کرتی تھیں کنویں سے پانی بھر کر اور اپنی مقدس پیٹھ پر مشک لاد کر پانی لایا کرتی تھیں، خود ہی چکی چلا کر آٹا بھی پیس لیتی تھیں اسی وجہ سے ان کے مبارک ہاتھوں میں کبھی کبھی چھالے پڑ جاتے تھے اسی طرح مسلمانوں کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی روایت ہے کہ وہ اپنے غریب شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے یہاں اپنے گھر کا سارا کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرلیا کرتی تھیں یہاں تک کہ اونٹ کو کھلانے کے لئے باغوں میں سے کھجوروں کی گٹھلیاں چُن چُن کر اپنے سر پر لاتی تھیں اور گھوڑے کے لئے گھاس چارہ بھی لاتی تھیں۔ (جنتی زیور، ص60)

لڑکیوں کو اُمورِ خانہ داری میں یہ یہ چیزیں سکھانی چاہئیں: سوئٹر بُننا، اونی اور سوتی موزے بنانا، ٹوپیاں اور کپڑے سینا، ہاتھ سے ٹانکا لگانا وغیرہ۔

کھانے میں روٹی، ہر قسم کی دال، سبزیاں، مرغی، گوشت، کلیجی، قیمہ، پکوڑے، سموسے، پلاؤ وغیرہ عام روٹین کے لئے بنانا آتا ہو، اور جب خصوصیت کے ساتھ کچھ بنانا ہو یا کسی کی دعوت ہو تو اس کے لئے بھی مختلف ڈشز بنانا آتی ہوں جیسا کہ بریانی، قورمہ، کڑاہی، کوفتے، اور دیگر مروجہ کھانے۔ اور ایسے کھانے جو کسی خاندان میں ذوق و شوق سے کھائے جاتے ہوں جیسا کہ پاکستان میں پنجابی زبان سے تعلق رکھنے والوں میں ساگ، مکئی کی روٹی پسند کی جاتی ہے اور شوق سے کھائی جاتی ہے، اسی طرح دیگر زبانوں سے تعلق رکھنے والیاں اپنے خاندان کی نوعیت کے حساب سے کھانے پکانے کے معاملات پر غور کرسکتی ہیں۔ ایسے ہی اچار، چٹنی مربے وغیرہ بنانا آتا ہو کہ یہ ہر گھر میں ہی شوق سے کھائے جاتے ہیں۔

مشروبات میں موسم کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مشروبات بنانے آتے ہوں۔ جیسا کہ گرمیوں میں لسّی، گڑ، ستّو کا شربت، لیموں پانی اور آم کیلے وغیرہ کا شیک کافی زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔

بیماری میں گھر میں اچانک کوئی حادثہ پیش آجائے جیسا کہ گرم تیل سے، آگ سے جل جانا وغیرہ، کسی چیز سے جسم کا کوئی حصّہ کٹ جائے اور خون بہے، ہاتھ، پاؤں کمر وغیرہ میں موچ آجائے، کوئی بچہ یا بڑا گر جائے، تو فرسٹ ایڈ کیسے دیا جائے یہ طریقے بھی ماں کو اپنی بیٹی کو لازمی سکھانے چاہئیں۔

اسی طرح گھر کے تمام برتنوں کو دھو مانجھ کر کسی الماری یا طاق پر الٹا کر کے رکھ دینا اور پھر دوبارہ اس برتن کو استعمال کرنا ہو تو پھر اس برتن کو بغیر دھوئے استعمال نہ کرنا۔ روزانہ جھاڑو پوچا کرنے کے علاوہ ہفتہ یا دس دنوں میں ایک دن گھر کی مکمل صفائی کے لئے مقرر کرنا کہ اسی دن روٹین کے کاموں کے ساتھ ساتھ پورے مکان کی صفائی کرے۔

لڑکیاں ان کاموں اور ہنروں کو اگر سلیقے سے سیکھ لیں تو اِنْ شَآءَ اللہ امورِ خانہ داری کے حوالے سے وہ پریشان نہ ہوں گی۔

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد ہاشم خان عطاری مدنی*

1 ایلوویرا Aloe vera کھانا یا اس کا رَس پینا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایلوویرا (Aloe vera) کھانا یا اس کا رَس پینا حلال ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایلوویرا (Aloe vera) جسے اردو میں کوار گندل یا گھیکوار کہتے ہیں، زمین میں اُگنے والی سبزیوں کی ایک قسم ہے، جس کے پتے لمبے، موٹے اور نوکیلے ہوتے ہیں اور ان سے لیس دار مادہ نکلتا ہے۔ اسے کھانا یا اس کا رَس پینا حلال ہے کہ

(الف) عند الشرع جس چیز کی ممانعت قرآن وسنت سے ثابت ہو اور اس کی حرمت و ممانعت پر دلیل شرعی قائم ہو صرف وہی حرام و ممنوع ہے، بقیہ سب چیزیں حلال و مباح ہیں اور ایلوویرا کے حرام یا ممنوع ہونے پر کوئی دلیلِ شرعی قائم نہیں ہے لہٰذا قرآن و حدیث میں اس کی حرمت کی دلیل نہ ہونا ہی اس کی حلت کی دلیل ہے۔

(ب) نباتات کے متعلق شریعت کا اصول یہ ہے کہ زمین سے اُگنے والی وہ نباتات جو نشہ آور، زہریلی اور ضرر دینے والی نہ ہوں ان کا کھانا، جائز ہے۔ اور ایلوویرا نہ تو نشہ آور ہے، نہ زہریلی اور نہ ہی ضرر دینے والی ہے لہٰذا اس کا کھانا، جائز ہے اور اطباء نے اس کے متعدد فوائد بھی بیان کیے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

2 ناپاکی کی حالت میں آیت پر شیشہ ٹیپ لگا کر چھونا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی رسالہ یا کتاب میں قرآنی آیات یا اس کے ترجمے موجود ہوں تو کیا ناپاکی کی حالت میں اس پر شیشہ ٹیپ لگا کر اسے چھو سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانین شرعیہ کی رو سے حکم یہ ہے کہ ناپاکی کی حالت میں قرآن پاک کی آیات یا ان کے ترجمہ کو حائل کئے بغیر چھونا ناجائز و حرام ہے اگرچہ یہ آیات مصحف شریف میں ہوں یا مصحف شریف کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً دیوار، کتاب یا رسالے وغیرہ میں۔ آیت پر شیشہ ٹیپ چپکا دینے سے یہ ٹیپ حائل نہیں بن سکے گی کہ یہ ٹیپ آیت کے ساتھ چپک کر اس کے تابع ہو جاتی ہے اور یہ دونوں (آیت اور ٹیپ) شئی واحد کی طرح ہو جاتے ہیں جبکہ حائل کیلئے ضروری ہے کہ دونوں (چھونے والے اور آیت) میں سے کسی کے بھی تابع نہ ہو۔

اس کی نظیر فقہاء کرام کا بیان کردہ یہ مسئلہ ہے کہ قرآن پاک کو ایسے غلاف کے ساتھ چھونا جائز نہیں جو مصحف شریف کے ساتھ سلائی کر دیا گیا ہو کہ یہ غلاف اور مصحف شریف شئی واحد کی طرح ہو چکے ہیں، جب سلائی کیا جانے والا غلاف شئی واحد کی طرح ہو چکا ہے تو آیت کریمہ کے ساتھ مکمل طور پر چپک جانی والی شیشہ ٹیپ تو بدرجہ اولیٰ شئی واحد کے زمرہ میں شمار ہوگی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

حبیبۂ حبیبِ خدا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

(قسط2)

گزشتہ سے پیوستہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمانے، اس نکاح کی حکمتیں، رخصتی اور حق مہر وغیرہ کا ذکر پچھلی قسط میں ہو چکا ہے۔ آیئے! اب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے والدین وغیرہ کے متعلق مختصراً کچھ باتیں جانتی ہیں:

نام و نسب آپ کا نام عائشہ ہے۔ آپ کے والدِ محترم مشہور صحابیِ رسول اور اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ، جانشینِ مصطفٰے اور انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل شخصیت امیرُ المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جبکہ والدۂ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں جو اپنی کنیت اُمِّ رومان سے مشہور ہیں۔[(1)]

کنیت اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُمِّ عبدُ اللہ ہے۔[(2)] یہ کنیت اولاد کی نسبت سے نہیں بلکہ آپ کے بھانجے حضرت عبدُ اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نسبت سے ہے۔ اس کنیت کے اختیار فرمانے کے متعلق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کچھ یوں بیان فرماتی ہیں کہ ایک بار میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! آپ نے اپنی دیگر بیبیوں کو کنیت سے نوازا ہے، مجھے بھی کنیت عطا فرمایئے تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے بھانجے عبدُ اللہ کی نسبت سے کنیت رکھ لو۔[(3)] جبکہ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ اپنی بہن کے نوزائیدہ بیٹے حضرت عبدُ اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت میں لے کر حاضر ہوئیں تو حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کے منہ میں اپنا تھوک مبارک ڈالا اور بچے کا نام رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ عبدُ اللہ ہے اور تم اُمِّ عبدُ اللہ۔[(4)]

لقاب آپ کے القاب بے شمار ہیں۔ ایک لقب محبوبۂ محبوب رب العالمین ہے۔ ایک لقب صِدِّیقہ بھی ہے، کیونکہ آپ کی سچائی کی گواہی قرآنِ کریم نے دی ہے۔ حُمَیْرا بھی آپ کا لقب ہے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کئی بار آپ کو اسی لقب سے یاد فرمایا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اُمِّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انتہائی حسین و جمیل تھیں اسی وجہ سے آپ کو حُمَیْرا کہا جاتا تھا۔ عمر میں آپ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے آٹھ سال چھوٹی تھیں۔[(5)]

شرفِ نسب حضرتِ مُرَّہ میں جا کر آپ کا نسب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نسب شریف سے مل جاتا ہے۔ حضرتِ مُرَّہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتویں جَدِّ محترم ہیں۔

خاندانی پس منظر آپ کا خاندان عرب کے بہت عزت دار قبیلے بنو تمیم سے تعلق رکھتا تھا جس کے پاس زمانۂ جاہلیت میں خون بہا اور دیتیں جمع کرنے کا عہدہ تھا۔ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدِّیقہ رضی اللہ عنہا قبیلۂ بنو تمیم کے اس عظیم خاندان کی چشم و چراغ تھیں جو اسلام کی شروعات میں ہی اسلام کے نور سے روشن ہو گیا تھا۔ خاندانی اعتبار سے آپ کو بہت شرف و کمال حاصل تھا، آپ کے خاندان کے بہت سے افراد ایمان کی دولت پا کر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھیوں یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فہرست میں شامل ہوئے۔

سیدہ عائشہ کا خاندان آپ کے والدِ گرامی حضرت صِدّیق اکبر رضی اللہ عنہ قریش کے ایک تجارت پیشہ اورنہایت باکمال شخص تھے۔ آپ کا شمار زمانۂ جاہلیت میں قریش کے سرداروں اور قریش کے ان 10 لوگوں میں ہوتا ہے جن کی شرافت زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں تسلیم کی جاتی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ کے پاس لوگ فیصلہ کروانے کے لئے اپنے مُقدّمات لایا کرتے تھے کیونکہ اس وقت کوئی انصاف پسند بادشاہ تو تھا نہیں جس کے پاس وہ اپنے تمام معاملات کو پیش کرتے، اس لیے ہر قبیلے میں اس کے سردار اور شریف شخص کو فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہوتا تھا۔ لہٰذا لوگ اپنے فیصلے کروانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔[6]

جبکہ آپ کی **والدہ ماجدہ اُمِّ رُومان** بھی کئی خوبیوں سے آراستہ اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ یہ وہی اُم رُومان ہیں جن کو قدیمُ الاسلام ہونے کے ساتھ ساتھ ہجرت و بیعت کا شرف بھی نصیب ہوا۔ نیز انہیں یہ بھی سعادت ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اور دُعائے مغفرت سے نوازا۔ جب آپ کو قبر میں اُتارا گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا: جو حورِ عین میں سے کسی کو دیکھنے کا خواہش مند ہو وہ اُمِّ رُومان کو دیکھ لے۔[7]

اسی طرح آپ کے **سگے بھائی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ** بھی بہادر اور بہت اچھے تیر انداز تھے۔ ان کی وفات 53 ہجری میں مکے شریف سے تقریباً 10 میل پر واقع ایک پہاڑ کے قریب ہوئی لیکن مکے شریف لاکر دفنایا گیا۔[8]

محبوبۂ محبوب خدا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا شمار چونکہ ان خوش نصیبوں میں ہوتا ہے جنہوں نے دنیا میں آتے ہی زمانہ اسلام پایا،[9] جیسا کہ آپ خود فرماتی ہیں: میں سمجھ داری کی عمر کو پہنچی تو اپنے والدین کو دینِ اسلام کی پیروی کرتے ہوئے پایا۔[10] اب ذرا سوچئے کہ جس عظیم خاتون نے دنیا میں آتے ہی اسلام کی بہاروں کو پایا، جس کی تربیت انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہستی اور بے شمار خصوصیات اور فضائل و کمالات سے آراستہ شخصیت، حضور کے سب سے عزیز اور قریبی ساتھی، یارِ غار و یارِ مزار، مسلمانوں کے سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیرِ نگرانی ہوئی اور جنہیں حورِ عین جیسی نیک ماں کی شفقت کا سایہ نصیب ہوا ہو تو ان کی ذات میں کیسی کیسی خصوصیات موجود ہوں گی اس کا اندازہ لگانا یقیناً نہایت مشکل ہے اور ایسا کیوں نہ ہو تا کہ خدا نے انہیں اپنے محبوب کی محبوبہ بیوی بننے کے لئے چُن لیا تھا اور مومنوں کی ماں ہونے کا تاج ان کے سر سجانا مقدر ہو چکا تھا۔ جیسا کہ آپ خود بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم مجھے تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں، فرشتہ تمہیں ریشمی ٹکڑے میں لاکر مجھ سے کہتا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو تم تھیں۔ میں نے کہا: اگر یہ اللہ پاک کی طرف سے ہے تو اسے پورا فرمادے گا۔[11]

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کبھی تو خواب میں حضور پر جنابِ عائشہ صدیقہ ریشمی ٹکڑے میں پیش کی جاتی تھیں، کبھی حضرت جبریل (علیہ السلام) کی ہتھیلی پر آپ کی صورت نقش کی جاتی تھی، ان دونوں واقعوں کا ذکر احادیث میں ہے یعنی حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) رب کی طرف سے آپ کی زوجیت کے لیے منتخب ہیں۔ یہ آپ کے لیے رب کا تحفہ ہیں۔ سمجھ لو کہ رب کا تحفہ کس شان کا ہو گا![12] ترمذی شریف کی حدیثِ پاک میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ یہ آپ کی بیوی ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔[13] نیز ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور کے پاس تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس سیدہ عائشہ کی ایک تصویر تھی جو انہوں نے حضور کو دکھائی اور اللہ پاک کا یہ پیغام پہنچایا کہ اللہ پاک نے آپ کا نکاح عائشہ بنتِ ابو بکر سے فرمادیا ہے۔[14]

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جنابِ عائشہ صِدّیقہ حضور کی بڑی ہی محبوبہ زوجہ ہیں، آپ کی محبوبیت بی بی

خدیجہ کی محبوبیت سے کسی طرح کم نہیں۔[15] بلکہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ صدیقہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سب سے محبوب بیوی تھیں۔[16] ایک قول کے مطابق اسلام میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سب سے پہلی محبت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا سے فرمائی۔[17] یہی وجہ ہے کہ آپ کے القابات میں سے ایک لقب محبوبۂ محبوبِ رب العالمین بھی ہے، جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جناب اُمُّ المومنین عائشہ صدیقہ بعد خدیجۃ الکبریٰ حضور کو بہت ہی محبوب تھیں، آپ کا لقب ہے محبوبۂ محبوبِ رب العالمین۔[18]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا کے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پسندیدہ بیوی ہونے کی وجوہات پر غور کیا جائے تو ان میں سے ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہُ عنہا کی طرح حضور کی راحتِ جان تھیں، اگر یوں کہا جائے کہ آپ کی ذاتِ مبارکہ میں بھی وہ تمام اوصاف پائے جاتے تھے جو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہُ عنہا کی ذاتِ مبارکہ کا خاصہ تھے تو بے جا نہ ہوگا، بلکہ اس بات کی تائید **ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء** میں موجود اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ اُمّ المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہُ عنہا کے وصال کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم رنجیدہ رہنے لگے تو حضرت جبریل علیہ السّلام نے حاضرِ خدمت ہو کر سیدہ عائشہ رضی اللہُ عنہا سے متعلق عرض کی: یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! یہ عائشہ بنتِ صدیق ہے، یہ آپ کا کچھ غم دور کر دے گی کہ اس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہُ عنہا کی خصلتیں موجود ہیں۔[19]

سیدہ عائشہ کے محبوبۂ محبوبِ خدا ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں، کیونکہ اس بات کا اظہار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کئی مرتبہ اپنے فرامین و عمل سے فرمایا، مثلاً جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کی گئی کہ آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو ارشاد فرمایا: عائشہ۔[20]

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہُ عنہا سے اپنی محبت کا اظہار کچھ یوں فرمایا: اے عائشہ! تم مجھے مکھن ملی کھجور سے بھی زیادہ محبوب ہو۔[21] نیز یہ بات تمام صحابہ جانتے تھے کہ حضور سیدہ عائشہ سے کتنی محبت فرماتے ہیں، یہی وجہ تھی کہ وہ حضور کو خوش کرنے کے لیے سیدہ عائشہ کی باری کے دن ہی تحائف وغیرہ کا اہتمام کرتے تھے۔[22] حضرت عمر عطائی (یعنی مالِ فے کی عطا) میں جناب عائشہ کو اپنی بیٹی حفصہ پر ترجیح دیتے تھے، فرماتے تھے کہ اگرچہ یہ دونوں حضور کی زوجہ ہیں مگر حضرت عائشہ محبوبہ زوجہ ہیں۔[23] ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہُ عنہ کے سامنے سیدہ عائشہ رضی اللہُ عنہا کی شان میں نامناسب گفتگو کرنے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا: او! مردود اور بدترین شخص! نکل جا، کیا تو محبوبۂ رسول رضی اللہُ عنہا کی تکلیف کا سبب بنتا ہے؟[24] اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: حضرت والد ماجد **سرور القلوب فی ذکر المحبوب** میں فرماتے ہیں: حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی، اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اٹھا، خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی، اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں، اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا، مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبۂ محبوب کی طہارت و پاکی پر خود گواہی دیں اور عزت و امتیاز ان کا بڑھائیں۔[25]

(1) اصابہ، 8/391، رقم: 12027 (2) مدارج النبوت، 2/468 (3) الادب المفرد، ص220، حدیث: 850 (4) مدارج النبوت، 2/468 (5) سیر اعلام النبلاء، 3/437 (6) تاریخ الخلفاء، ص24 ماخوذاً (7) اصابہ، 8/391، 392 (8) استیعاب، 2/369، 370 ملخصاً (9) سیر اعلام النبلاء، 3/437 (10) سیر اعلام النبلاء، 3/437 (11) مسلم، ص1016، حدیث: 6283 (12) مراٰۃ المناجیح، 8/498 (13) ترمذی، 5/470، حدیث: 3906 (14) شرح زرقانی، 4/387 (15) مراٰۃ المناجیح، 8/496 (16) مواھب لدنیہ، 1/406 (17) تاریخ بغداد، 4/254 (18) مراٰۃ المناجیح، 5/33 (19) مستدرک، 5/7، حدیث: 6774 (20) بخاری، 2/519، حدیث: 3662 (21) طبقات ابن سعد، 8/63 (22) مسلم، ص1017، حدیث: 6289 (23) مراٰۃ المناجیح، 5/634 (24) طبقات ابن سعد، 8/52 (25) فتاوی رضویہ، 30/169

نکاح اور اس کی رسومات (قسط 2)

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
شعبہ حج و عمرہ پاکستان ذمہ دار

شادی کا لغوی معنی خوشی ہے اور یہ لفظ کسی بھی خوشی کے لیے بولا جاسکتا ہے مگر عُرف میں اس کا استعمال خاص طور پر نکاح کے لئے ہوتا ہے۔ شادی کے موقع پر رائج مختلف معاشرتی رسومات کے بیان کا سلسلہ جاری ہے، اسی حوالے سے مزید چند باتیں پیشِ خدمت ہیں:

نکاح خواں کا انتخاب شادی کا اہم ترین مرحلہ نکاح خواں کا انتخاب ہے، نکاح دراصل دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کا نام ہے، اب چاہے ایجاب و قبول دلہا دلہن خود کرلیں یا ان کے ولی یا وکیل کی طرف سے ایجاب و قبول کیا جائے، نکاح بہرصورت ہوجائے گا، تاہم اس کیلئے خصوصی طور پر کسی نیک و پرہیز گار شخصیت مثلاً امام مسجد یا کسی عالم دین کا انتخاب کیا جاتا ہے تاکہ اس رشتے کو نیک ہستی کی نسبت و برکت بھی حاصل ہو۔ چنانچہ ہمارے ہاں عام طور پر نکاح خواں کا انتظام لڑکی والے کرتے ہیں اور نکاح خواں کی خدمت لڑکے والوں کے ذمہ ہوتی ہے۔ مگر یہ ضروری بھی نہیں بلکہ بسا اوقات دلہا کا کوئی عزیز وغیرہ بھی نکاح پڑھالیتا ہے۔

کیا نکاح خواں کا عالم ہونا ضروری ہے؟ نکاح خواں کا عالم ہونا شرط نہیں ہے، عام آدمی بھی پڑھا سکتا ہے، البتہ! نکاح خواں جو بھی ہو اس کا عاشقِ رسول ہونا، نکاح کے مسائل اور اس کی باریکیوں کو جاننا ضروری ہے مثلاً کن صورتوں میں نکاح فاسد اور کب باطل ہوجاتا ہے، اس کا بھی علم رکھتا ہو، کیونکہ نکاح کا معاملہ بہت حساس ہے کہ اگر کوئی ایسی صورت ہوگئی جس سے نکاح صحیح نہ ہوا تو حرام کاری والے معاملات ہوتے رہیں گے اور ظاہر ہے نکاح خواں اگر مسائلِ نکاح نہ جانتا ہوگا تو ایسی صورت واقع ہونے پر وہ درست رہنمائی نہ کرپائے گا۔ اسی طرح اگر وہ فاسق ہوا تو خطرہ رہے گا کہ احتیاطیں نہ کرے گا اور برکت سے محرومی بھی رہے گی، اس لیے بہتر یہی ہے کہ نکاح خواں دین دار، درست عقیدے والا، نیک اور مسائلِ نکاح سے آگاہ ہو۔

مسجد میں نکاح حدیثِ پاک کے مطابق نکاح کے لیے سب سے افضل مہینا شوال،[1] سب سے افضل دن جمعۃ المبارک[2] اور سب سے بہتر جگہ مسجد ہے۔[3] فقہا فرماتے ہیں: مستحب یہ ہے کہ نکاح جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں تمام نمازیوں کے سامنے ہو تاکہ نکاح کا اعلان بھی ہوجائے اور ساتھ ہی جگہ اور وقت کی برکت بھی حاصل ہوجائے، نیز نکاح عبادت ہے اور عبادت کے لیے عبادت خانہ یعنی مسجد موزوں ہے۔[4] حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی اپنی شہزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسجد میں ہی پڑھایا اور اسی کی ترغیب دلائی کہ مسجد میں سب کے سامنے نکاح کیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نکاح مسجد میں ہی کیا جانا چاہیے مگر اس میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ مسجد کا تقدس پامال نہ ہو اور ادب کا لحاظ رہے۔ بعض افراد بہت باادب ہوتے ہیں، پرامن طریقے سے نکاح کرتے اور بغیر شور شرابا کیے مسجد سے رخصت ہوجاتے ہیں مگر بعض بدقسمت ایسے بھی ہیں جو مسجد میں نکاح کے وقت ادب کا خیال نہیں رکھتے، مثلاً کچھ لوگ اپنی فضول خوش گپیوں اور دنیاوی باتوں کی محفل سجالیتے ہیں جو کہ خلافِ ادب اور دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے۔ کیونکہ **مسجد میں دنیاوی بات**

چیت نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح چوپائے گھاس کو کھاتے ہیں۔[5]

فی زمانہ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مرد و عورت دونوں ہی مسجد میں نکاح کے لیے جانے لگے ہیں۔ جیسا کہ 2021ء میں بادشاہی مسجد میں اسی قسم کا معاملہ دیکھنے میں آیا کہ مخلوط نظام کے ساتھ شور و غل کے ماحول میں مسجد کے اندر نکاح کیا گیا۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے۔ یاد رکھیے! مسجد میں نکاح کرنا مستحب عمل ضرور ہے لیکن اس کیلئے مسجد میں بھاگنا دوڑنا، چیخ وپکار کرنا، ہنسی مذاق کرنا یا کسی بھی طرح مسجد کا تقدس پامال کرنا شرعاً درست نہیں، کیونکہ بہارِ شریعت میں ہے: مسجد میں عقدِ نکاح کرنا مستحب ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ بوقتِ نکاح شور و غل اور ایسی باتیں جو احترامِ مسجد کے خلاف ہیں نہ ہونے پائیں، لہٰذا اگر معلوم ہو کہ مسجد کے آداب کالحاظ نہ رہے گا تو مسجد میں نکاح نہ پڑھوائیں۔[6]

تقریبِ نکاح کچھ عرصہ پہلے تک بارات آتی اور نکاح کے ساتھ ہی رخصتی کر دی جاتی تھی، مگر دورِ حاضر میں نکاح کو شادی کی دیگر تقاریب سے ہٹ کر ایک الگ تقریب بنالیا گیا ہے۔ اب نکاح یا تو رخصتی سے بہت پہلے یا پھر مہندی کے روز یا رخصتی کے قریب کے دنوں میں کیا جانے لگا ہے۔

نکاح کی اس تقریب کے لیے لڑکا اور لڑکی دونوں کے گھر والوں کے مشورے کے بعد ایک مقررہ تاریخ پر متعلقہ افراد اور قریبی رشتہ داروں پر مشتمل ایک تقریب رکھی جاتی ہے۔ بعض جگہوں پر یہ تقریب لڑکی کے ہاں منعقد ہوتی ہے جبکہ بعض کے ہاں اس کے لیے الگ سے ہال بک کر کے تمام کو انوائٹ کیا جاتا ہے، وہاں کئی ڈشز پر مشتمل کھانے کا انتظام ہوتا ہے جس پر ایک اچھی خاصی رقم خرچ ہوتی ہے۔

فوٹو شوٹ کا اہتمام اس موقع پر بالخصوص فوٹو شوٹ وغیرہ کا بھی بندوبست کیا جاتا ہے اور نامحرم مرد و عورت کے سامنے دلہا دلہن حیاسوز پوز کے ساتھ تصاویر بنوا رہے ہوتے ہیں، پھر نکاح کے بعد کیا مرد اور کیا عورتیں سبھی دلہا دلہن کے ساتھ تصاویر لینے کے لیے ایک دوسرے کو دھکا دیتے اور جسم کو مس کرتے ہوئے بے شرمی کے ساتھ اسٹیج کی طرف لپکتے ہیں، بعد میں ان بے پردگی سے بھرپور تصاویر کے مہنگے مہنگے البم تیار کروائے جاتے ہیں اور جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ خوشگوار یادوں کو محفوظ رکھنے کے لیے بنوائے ہیں، یہی نہیں بلکہ بعض لوگ تو معاذ اللہ ان تصاویر کو پرنٹ کروا کر دیوار پر آویزاں بھی کرتے ہیں جو کہ گناہ پر گناہ ہے۔ ایسے بے پردہ اور بیہودہ ماحول میں مسلمانوں کی فطری شرم و حیا نجانے کہاں گم ہو گئی ہے! حالانکہ ایک روایت میں ہے: شرم و حیا ایمان سے ہے۔[7] یعنی شرم و حیا ایمان کا رکنِ اعلیٰ ہے، ایمان کی عمارت اسی شرم و حیا پر قائم ہے، درختِ ایمان کی جڑ مومن کے دل میں رہتی ہے اس کی شاخیں جنت میں ہیں۔[8] مومن شرم و حیا کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ باحیا رہیں اور بے حیائی سے بچیں۔

فلاں کی دلہن کا دوپٹہ دورِ حاضر میں یہ بھی بہت عام ہوتا جارہا ہے کہ دلہن کے لیے ایک جالی دار دوپٹہ تیار کیا جاتا ہے جس پر فلاں کی دلہن یا بابا کی رانی وغیرہ لکھا ہوتا ہے، اس طرح کے دوپٹے پہن کر دلہن تصاویر بنواتی ہے جس میں واضح بے پردگی ہے کہ اس سے سر کے بال اور چہرہ نامحرموں پر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن فیشن کے چکر اور ٹرینڈ کی دُھن میں سب باتوں کو بھول کر بالکل بھی پروا نہیں کرتی کہ بے پردگی سخت حرام اور جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ البتہ بے پردگی نہ ہو تو بھی اس قسم کا دوپٹہ پہننا جائز ہو گا ورنہ اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

مخصوص دنوں میں نکاح بعض لوگ لڑکی کے مخصوص ایام میں نکاح کو بُرا سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، مخصوص ایام میں بھی نکاح ہو سکتا ہے، جبکہ نکاح کے فوراً بعد رخصتی نہ ہو، کیونکہ اس حالت میں ازدواجی تعلقات قائم کرنا منع ہے۔

چھ کلمے پڑھانا بعض جگہوں پر یہ رائج ہے کہ نکاح سے پہلے دلہا

دلہن کو چھ کلمے پڑھائے جاتے ہیں، اس حوالے سے دار الافتاء اہلسنت کا ایک فتویٰ پیشِ خدمت ہے: نکاح میں کلمے پڑھنا لازم یا شرط نہیں ہے یعنی یہ سمجھنا کہ اگر کلمے نہیں پڑھیں گے تو نکاح منعقد ہی نہ ہو گا، یہ شرعاً درست نہیں، کیونکہ دو مسلمانوں کا نکاح شرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرنے سے ہو جاتا ہے، اس میں کلمے پڑھنا شرط نہیں۔ البتہ نکاح کے وقت کلمے پڑھنا مُسْتَحْسَن عمل ہے کہ ان کلمات میں اللہ و رسول کا ذکر ہے اور ان کا ذکر نزولِ برکات کا سبب، خصوصاً اس اہم موقع پر ویسے ہی حصولِ برکت و سلامتی کے لئے کثرت سے ذکر کرنا مناسب ہے کہ اب سے دونوں کی نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے اور اس کا آغاز اللہ و رسول کے بابرکت نام سے کرنا نیک فال ہے۔ اس کے علاوہ نکاح کے موقع پر کلمے پڑھنے کا ایک مقصد توبہ و تجدیدِ ایمان کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ خیال رہے کہ اگر دولہا کو کلمے یاد ہیں اور بھرے مجمع میں وہ پڑھ سکتا ہے تو پڑھ دے ورنہ بھری محفل میں اسے شرمندگی سے بچانے کے لئے نکاح خواں اسے پڑھاتا جائے۔[9]

نکاح کی تقریب میں کیک کاٹنا نکاح کے موقع پر آج کل خاص طور پر کیک کاٹا جاتا ہے۔ اس کے بنوانے کھانے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ کوئی غیر شرعی بات یا رسم شامل نہ ہو۔

ماشاء اللہ لکھی ہوئی پٹی نکاح کے وقت دولہا دلہن دونوں کے بازو پر **ماشاء اللہ** لکھی ہوئی ایک خوبصورت پٹی باندھی جاتی ہے۔ اگر اس سے مقصود نظرِ بد کو دور کرنا ہے تو ٹھیک ہے، البتہ اس میں ادب کا لحاظ رکھنا ہو گا کہ اس کو پہن کر واش روم وغیرہ نہ جائیں کہ مکروہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لفظ اللہ لکھے ہوئے لاکٹ اور انگوٹھی کے استعمال کے متعلق فرماتے ہیں: جس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس پر قرآنِ پاک میں سے کچھ (کلمات) یا مُتَبَرَّك نام جیسے اللہ تعالیٰ کا اسمِ مبارک یا قرآنِ حکیم کا نام یا اسمائے انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والثناء (لکھے) ہوں، تو اسے حکم ہے کہ جب وہ بیتُ الخلاء میں جائے تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر باہر رکھ لے بہتر یہی ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو، تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے کہ یہ بھی جائز ہے، اگرچہ بے ضرورت اس سے بچنا بہتر ہے، اگر ان صورتوں میں کوئی بھی بجا نہ لائے اور یوں ہی بیتُ الخلاء میں چلا جائے تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔[10] یعنی اگر اس کو پہنیں بھی تو اس کو اتار کر واش روم جائیں اور بعد میں بھی اس کے ادب کا خیال رکھیں۔

قبول ہے والا قلم آج کل نکاح کے وقت صرف دستخط کے لیے مخصوص قسم کے خوبصورت نقش و نگار والے قلم استعمال کیے جاتے ہیں جس میں ریشمی دھاگے سے **قبول ہے** لکھا ہوتا ہے، یہ قلم اگرچہ دوبارہ کم ہی استعمال ہوتے ہیں، بلکہ گھروں میں یادگار کے طور پر رکھ لئے جاتے ہیں، لہٰذا اگر ان کی بے ادبی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

بعدِ نکاح چھوہاروں کا لٹانا نکاح کے بعد دلہا کی طرف سے بُ تقسیم کرنے کا رواج عام ہے جو چھوہارے، بادام، خشک خوبانی یا میوہ جات وغیرہ پر مشتمل خوبصورت پوٹلی نما پیکٹوں میں ہوتی ہے۔ یہ پیکٹ بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک تمام کی توجہ کا مرکز بنے ہوتے ہیں۔ یہ چھوہارے لٹانے ہی کی جدید صورت ہے اور نکاح کے بعد چھوہارے لٹانا حدیث سے ثابت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب خود نکاح کرتے یا کسی کا نکاح کرواتے تو چھوہارے لٹاتے تھے۔[11] مگر اس میں احتیاط چاہئے کہ زمین پر نہ گرے، بہتر ہے کہ پوٹلی بنا کر سب کے ہاتھوں میں اچھے انداز سے دے دی جائے کہ اس میں ضائع ہونے کا خطرہ نہیں۔

(شادی کی دیگر رسومات کا سلسلہ ابھی جاری ہے)

---

(1) مسلم، ص568، حدیث:1423 (2) دُرِّ مختار، 4/75 (3) ترمذی، 2/347، حدیث: 1091 (4) مراٰۃ المناجیح، 5/39 (5) اتحاف السادۃ، 3/50 (6) بہارِ شریعت، 3/498، حصہ:16 (7) ترمذی، 3/406، حدیث:2016 (8) مراٰۃ المناجیح، 6/641 (9) ماہنامہ فیضان مدینہ، اکتوبر 2018، ص11 (10) فتاویٰ رضویہ، 4/582 (11) سنن کبریٰ للبیہقی، 7/469، حدیث:14683

دل خوش کرنا

امِ غزالی

انسان کے جسم میں دل وہ عضو ہے جسے انسانی وجود کا مرکز قرار دیا جاتا ہے، دل کی روزمرہ کی صورتحال انسان کو خوش یا اداس کرتی رہتی ہے۔ اگر دل غیر مطمئن اور اداس ہو تو خوشی انسان سے روٹھ جاتی ہے۔ ایسے میں اگر کوئی ہمارے دل کو خوش کرتی ہے تو وہ ہماری تکلیف کو دور کر کے دلجوئی کرنے کی وجہ سے بے شمار اجر و ثواب کی حق دار ٹھہرتی ہے، کیونکہ کسی مسلمان کا دل خوش کرنا اللہ پاک کی بارگاہ میں بے حد پسندیدہ عمل ہے، چنانچہ اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کے نزدیک فرائض کی ادائیگی کے بعد افضل عمل مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔[1] فیض القدیر میں ہے: فرضِ عین یعنی فرض نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی ادائیگی کے بعد اللہ پاک کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل غم و تکلیف کو دور کرنا یا مظلوم کی مدد کرنا یا اس کے علاوہ ہر وہ عمل ہے جو کسی مسلمان کو خوش کرنے کا ذریعہ ہو۔[2]

ہمارے دین میں جائز طریقے سے کسی مسلمان کا دل خوش کرنے کی بہت اہمیت ہے، اس سے آخرت سنورتی ہے، معاشرے میں بہترین فضا قائم ہوتی ہے، امن کو فروغ ملتا ہے اور نفرتوں کے بادل چھٹتے ہیں۔ لوگوں میں خوشیاں بانٹنا اور غم دور کرنا قُربِ الٰہی کے حصول کا بھی بہترین ذریعہ ہے، مسلمانوں کا غم دور کرنے کیلئے انہیں خوشیاں دینے والے نقصان میں ہیں نہ ان کا یہ عمل بے فائدہ ہے بلکہ یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے: خوشیاں بانٹو اور نفرتیں مت پھیلاؤ![3] ایک اور حدیثِ پاک میں ہے: جس نے اپنے مسلمان بھائی کو خوش کیا اس نے اللہ کو راضی کیا۔[4]

خوشی کیا ہے؟ خوشی اس دلی لذت کو کہتے ہیں جو کوئی نعمت حاصل ہونے یا اس کے ملنے کی امید پر محسوس کی جاتی ہے۔[5] خوشی ایک جذباتی کیفیت ہے جو امن و سکون اور اطمینان کو گھیرے ہوتی ہے جس کا تعلق انسان کے اندر سے ہوتا ہے، البتہ ظاہر میں بھی اس کی جھلک نظر آتی ہے، نیز خوشی ایک مثبت جذبہ ہے جس میں منفی قسم کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

دل خوش کرنے کی فضیلت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: جو کسی مومن کے دل میں خوشی داخل کرتا ہے اللہ پاک اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو اللہ پاک کی عبادت اور اس کی توحید بیان کرتا ہے جب وہ بندہ اپنی قبر میں چلا جاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے پاس آکر پوچھتا ہے: کیا تو نے مجھے نہیں پہچانا؟ وہ کہتا ہے: تو کون ہے؟ تو وہ فرشتہ کہتا ہے: میں وہ خوشی ہوں جسے تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کیا تھا، اب میں تیری گھبراہٹ میں تیرا مونس ہوں گا، سوالات کے جوابات میں ثابت قدم رکھوں گا، روزِ قیامت میں تیرے پاس آؤں گا، تیرے لیے اللہ پاک کی بارگاہ میں سفارش کروں گا اور تجھے جنت میں تیرا ٹھکانا دکھاؤں گا۔[6]

دل خوش کرنے والوں کے لیے اخروی انعامات رضائے الٰہی کی خاطر مسلمانوں کا دل خوش کرنے والوں کو اللہ پاک آخرت میں جو انعامات و بخشش سے نوازے گا ان میں سے مغفرت اور جنت بھی ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: تمہارا اپنے بھائی کا دل خوش کرنا، اس کا پیٹ بھرنا اور اس کی تکلیف دور کرنا مغفرت واجب کرنے والی چیزیں ہیں۔[7]

دل خوش کرنے کے طریقے ایک روایت میں ہے: اللہ کے

نزدیک سب سے پسندیدہ اعمال یہ ہیں کہ تم کسی مسلمان کو خوشی پہنچاؤ یا اس سے تکلیف دور کرو یا اس کی طرف سے قرض ادا کرو یا اس کی بھوک مٹادو۔[8] یعنی کسی مسلمان کی تکلیف دور کرنا، کسی غریب کی طرف سے اس کا قرض ادا کر دینا اور کسی بھوکے کو کھانا کھلانا اگرچہ اس کی خوشی کا اسباب ہیں جو اللہ کو بے حد پسند ہیں مگر اس کے علاوہ بھی بے شمار اعمال ایسے ہیں جنہیں کرنے کے لیے نہ تو بہت سارا وقت درکار ہوتا ہے اور نہ بھاری بھر کم سرمایہ خرچ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ ہماری تھوڑی سی توجہ بہت ساری نیکیوں کے حصول کا ذریعہ بن سکتی ہے، مثلاً کسی پریشان حال کی پریشانی دور کرنا، مریض کی عیادت کرنا، کسی کا نقصان ہوجائے، کوئی حادثہ ہو جائے یا کوئی قریبی عزیز فوت ہوجائے تو اس کی غم خواری کرنا اور دکھ درد میں شریک ہونا وغیرہ یہ ایسے اعمال ہیں جن کے ذریعے ہم بآسانی کسی کے دل میں خوشی داخل کرسکتی ہیں۔ لہٰذا اگر کسی کو یہ مواقع ملیں تو اسے اپنے لیے سعادت سمجھتے ہوئے نیکیوں کا ذخیرہ کرنا چاہیے۔

یاد رکھیے! کسی مسلمان کا دل خوش کرنے پر رب کی بارگاہ سے ملنے والا اجر ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جب بندہ قیامت کے دن اسے دیکھے گا تو اس کا دل بھی خوش ہوگا۔ بزرگانِ دین کے ارشادات سے بھی مسلمان کا دل خوش کرنے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی مسلمان کا دل خوش کرنا 100 نفلی حج سے بہتر ہے۔[9] کسی نے حضرت محمد بن مُنکَدِر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: وہ کیا چیز ہے جو آپ کی لذت و خوشی کو باقی رکھتی ہے؟ فرمایا: مسلمان بھائیوں سے ملاقات کرنا اور ان کے دلوں کو خوش کرنا۔[10]

فی زمانہ ہماری یہ حالت ہے کہ ہم صرف اپنے معاملات میں الجھی رہتی اور انہیں سلجھانے کی فکریں ہمیں کھاتی رہتی ہیں، حالانکہ اگر ہم اپنے آس پاس نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ کتنی اسلامی بہنیں پریشان حال ہیں، کوئی قرضوں میں جکڑی ہوئی ہے، کوئی غربت و افلاس کی چکی میں پس رہی ہے، کسی کو دو وقت کا کھانا نصیب نہیں۔ ان تمام حالات میں اگر ہم کسی کی مالی مدد کرسکتی ہیں، کسی کے اخراجات اٹھا سکتی ہیں یا کسی کو تعلیم دلوا سکتی ہیں تو ضرور ہمیں پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی دکھیاری امت کے ساتھ دل جوئی اور خیر خواہی کرتے ہوئے ایسا ضروری کرنا چاہیے۔

امام حسن اور مسکینوں کی دلجوئی ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کچھ ایسے مسکینوں کے پاس سے گزرے جو لوگوں سے سوال کر رہے تھے اور زمین پر بکھرے ہوئے روٹی کے بچے کچھے ٹکڑے کھا رہے تھے، آپ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور عرض کی: اے نواسۂ رسول! ہمارے ساتھ کھانا کھائیے! تو آپ نے فرمایا: اللہ پاک بڑائی چاہنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، پھر آپ نے ان کے ساتھ کچھ کھانا کھالیا، جاتے ہوئے انہیں سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری دعوت قبول کی، تم بھی میری دعوت قبول کرو۔ انہوں نے عرض کی: حضور! جیسے آپ فرمائیں، آپ نے انہیں اپنے پاس آنے کی دعوت دی، جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں بہترین کھانا کھلایا اور خود بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا۔[11] اللہ پاک ہم سب کو مسلمانوں کا دل خوش کرنے، مصیبت میں ان کی مدد کرنے اور ان کی غمزدہ زندگی میں خوشیاں بکھیرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ خاتمِ النّبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم

---

(1) معجم کبیر، 11/59، حدیث: 11079 (2) فیض القدیر، 1/216، تحت الحدیث: 200 (3) بخاری، 1/42، حدیث: 69 (4) الکامل فی ضعفاء الرجال، 6/113، حدیث: 1229 (5) فیض القدیر، 1/216، تحت الحدیث: 200 (6) موسوعہ ابنِ ابی الدنیا، 4/213، حدیث: 115 (7) جمع الجوامع، 3/150، حدیث: 7936 (8) معجم کبیر، 12/346، حدیث: 13646 (9) کیمیائے سعادت، 2/751 (10) حلیۃ الاولیاء، 7/347، رقم: 10798 (11) احیاء العلوم، 2/17

دل دُکھانا

بنتِ اللہ نور
جامعۃ المدینہ کوٹ ولاملتان

یقیناً ہر انسان اس دنیا میں اکیلا ہی آتا ہے اور اکیلا ہی یہاں سے رخصت ہو جاتا ہے، لیکن یہاں اکیلا رہتا کوئی بھی نہیں بلکہ زندگی گزارنے کے لیے مختلف معاملات میں دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کا واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ ہماری ذات سے کبھی کسی کو سکون پہنچتا ہے تو کبھی تکلیف اور کبھی کچھ بھی نہیں یعنی تکلیف نہ سکون۔ اگر مسلمانوں کو ہم سے سکون پہنچے گی تو اچھی نیت ہونے کی صورت میں ہمیں اس کا ثواب ملے گا، جبکہ بلا وجہِ شرعی تکلیف پہنچائیں گی تو عذاب کی حق داری ہے جبکہ تیسری صورت میں نہ ثواب نہ عذاب۔ لہٰذا ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم دوسروں کے لیے باعثِ زحمت نہیں سببِ سکون بنیں۔ اس حوالے سے ہمارے رویے مختلف ہوتے ہیں۔ بعض اسلامی بہنوں کی اس طرف خوب توجہ ہوتی ہے کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، اگر ان سے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچ بھی جائے تو انہیں احساسِ شرمندگی ہوتا ہے اور وہ توبہ کر کے اس سے ہاتھوں ہاتھ معافی مانگ لیتی ہیں، جبکہ کچھ اس حوالے سے غفلت کا شکار ہوتی ہیں اور انہیں اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

ہمارا پیارا مذہب اسلام ہر مسلمان کی جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمان ہے: ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔[1] حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں: کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے کسی کی آبروریزی (ذلت) نہ کرے، کسی مسلمان کو ناحق اور ظلماً قتل نہ کرے کہ یہ سب سخت جرم ہیں۔[2]

مفتی صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو! نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو! نہ بُرے لقب سے یاد کرو! نہ اس کا مذاق بناؤ! آج ہم میں یہ عیب بہت ہے، پیشوں، نسبوں، یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائیوں کو حقیر جانتے ہیں کہ وہ پنجابی ہے، وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی، اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہو جاتا ہے۔ مختلف لکڑیوں کو آگ جلا دے تو اس کا نام راکھ ہو جاتا ہے۔ یوں ہی جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہو گئے، حبشی ہو یا رومی![3]

دامنِ مصطفےٰ سے جو لپٹا یگانہ ہو گیا
جس کے حضور ہو گئے اس کا زمانہ ہو گیا

بلا اجازتِ شرعی مسلمان کو تکلیف دینا کتنی بڑی جرأت ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد 24 صفحہ 346 میں طبرانی شریف کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: اللہ پاک کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس نے ناحق کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ پاک کو تکلیف دی۔[4]

اس حدیثِ پاک سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کسی مسلمان کا دل دکھانا اللہ و رسول کو کس قدر ناپسند ہے! نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اپنے صحابہ کی تربیت بھی اسی انداز سے فرمائی تھی کہ وہ ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا خیال

رکھیں اور دل دکھانے والی باتوں سے بچیں، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عِکْرِمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو حضور انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے صحابۂ کرام کو تاکید فرمادی کہ عِکْرِمہ کے سامنے کوئی ابو جہل کو بُرا نہ کہے کہ اس سے فطری طور پر عِکْرِمہ کو تکلیف ہوگی۔[5]

اسی طرح ایک بار جب حضرت ابو ذر غِفاری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اس کی ماں کے تعلق سے بُرا کہا اور اس نے نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی خدمت میں ان کی شکایت کی تو حضور نے انہیں بُلا کر ڈانٹا اور فرمایا کہ تمہارے اندر تو جاہلیت کی خصلت ہے! پھر انہیں غلاموں کے ساتھ خیر خواہی اور اچھا سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی۔[6] حضرت ابو ذر غِفاری پر اس تربیت کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ وہ فوراً اُس کے پاس آئے اور اپنا گال زمین پر رکھ کر فرمایا: جب تک تم اپنے قدم کے تلوے سے میرے گال کو نہ روندوگے میں سر نہیں اٹھاؤں گا۔ اس نے ان کے اصرار سے مجبور ہو کر قدم رکھ کر فوراً ہٹالیا۔[7]

سبحٰن اللہ! صحابہ حضور کے کیسے فرمانبردار تھے کہ اگر کسی بات پر حضور انہیں خبردار فرماتے تو وہ فوراً اس کی تلافی کرتے اور اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے اور ایک ہم ہیں کہ حضور سے محبت کا دعویٰ تو کرتی ہیں مگر ان کی فرمانبرداری کا حق ادا نہیں کرتیں۔ اے کاش! عظیم صحابیِ رسول حضرت ابو ذر غِفاری کی فرمانبرداری کا صدقہ ہم بھی ان واقعات کو پڑھ کر ان پر عمل کریں اور حضور کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دوسروں کے دل دکھانے سے باز آجائیں۔

دل دکھانے والی کا انجام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! فلاں عورت کی نماز، روزے اور صدقات کا بڑا چرچا ہے، لیکن وہ اپنے پڑوسیوں کو زبان سے ستاتی ہے۔ ارشاد فرمایا: وہ آگ میں ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! فلاں عورت کی نماز روزے اور صدقات کی کمی کا ذکر ہوتا ہے البتہ وہ پنیر کے کچھ ٹکڑے ہی خیرات کرتی ہے اور اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ فرمایا: وہ جنتی ہے۔[8] مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں: زبان کا ذکر اس لئے کیا کہ اکثر لوگ دوسروں کو زبانی تکلیف دیتے ہیں لڑنا بھڑنا، غیبت، چغلی کرنا وغیرہ۔ زبان کا زخم سنان یعنی بھالے کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے کہ یہ مرہم سے بھر جاتا ہے مگر وہ نہیں بھرتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جِرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامٌ ... وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

کسی اردو شاعر نے اس کا مفہوم یوں بیان کیا ہے:

چھری کا تیر کا تلوار کا تو گھاؤ بھرا | لگا جو زخم زباں کا رہا ہمیشہ ہرا

نیز حدیثِ پاک کے اس حصے "وہ آگ میں ہے" کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی صاحب فرماتے ہیں: یہ کام دوزخیوں کے ہیں اگر یہ عبادت گزار بی بی اپنی تیز زبان سے توبہ نہ کرے گی تو اولاً دوزخ میں جائے گی، نوافل سے لوگوں کے حق معاف نہیں ہوتے، پھر سزا بھگت کر جنت میں جائے گی، لہٰذا یہ حدیث اس قانون کے خلاف نہیں کہ صحابہ تمام ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں، بعض حضرات صحابہ سے گناہ ہوئے مگر وہ قائم نہ رہے توبہ کر کے دنیا سے گئے۔ مزید فرماتے ہیں: اس فرمانِ عالی سے ہم لوگوں کے کان کھل جانے چاہئیں ہم میں سے بہت لوگ اُصول چھوڑ کر فضول میں کوشش کرتے ہیں، فرائض کی پرواہ نہیں نوافل پر زور، معاملات خراب، وظیفوں چلوں کا اہتمام، دوا کے ساتھ پرہیز ضروری ہے۔[9]

اللہ پاک ہمیں مسلمانوں کا دل دکھانے سے محفوظ فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم

[5] مسلم، ص1064، حدیث: 6541 [6] مراۃ المناجیح، 6/553 [3] مراۃ المناجیح، 6/552 [4] معجم اوسط، 2/387، حدیث: 3607 [5] مدارج النبوۃ، 2/298 [6] بخاری، 1/23، حدیث: 30 [7] ارشاد الساری، 1/197 [8] مسند امام احمد، 3/441، حدیث: 9681 [9] مراۃ المناجیح، 6/577

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 26ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 299 مضامین کی تفصیل یہ ہے

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی صحابہ سے محبت	52	دل آزاری	70	اولاد کے 5 حقوق	177

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: **حضور کی صحابہ سے محبت** خانیوال فرید کوٹ: بنت ارشد۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت تنویر۔ تلواڑہ مغلاں: بنت عارف حسین، بنت منیر احمد، بنت ادریس بیگ، بنت رزاق احمد، بنت محمد آصف، بنت محمد اسلام، بنت محمد شکور، بنت مظفر بیگ، بنت نصیر احمد۔ شفیع کا بھٹہ: بنت سرمد، بنت اصغر علی، بنت اویس، بنت خالد پرویز، بنت راشد، بنت ساجد، بنت سعید، بنت شبیر احمد، بنت ظہیر احمد، بنت عارف محمود، بنت عبدالماجد، بنت عرفان، بنت محمد انور، بنت محمد جمیل، بنت محمد خلیل، بنت محمد رفیق، بنت محمد ریاض، بنت محمد عابد، بنت محمد کاشف، بنت محمد یعقوب، بنت ناہید اسلم، ہمشیرہ نبیل۔ مظفر پورہ: بنت محمد یاسر، بنت محمد شفیق، بنت آصف محمود، بنت اظہر حسین، بنت جاوید، بنت عابد حسین، بنت غلام میراں، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق، بنت محمد نواز، ہمشیرہ سمیع اللہ۔ معراجکے: بنت محمد شفیق۔ ناصر روڈ: بنت ندیم شہزاد۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت صفدر۔ ملتان: قادر پوراں: بنت محمد اسحاق۔ کوہی والا: بنت محمد اسلم۔ کراچی: بنت محمد آصف۔ نارتھ کراچی: بنت نور محمد۔ گجرات: سوک کلاں: بنت یعقوب۔

اولاد کے 5 حقوق بورے والا: بنت رمضان۔ بہاولپور: یزمان: بنت اطہر الرحمن، بنت عبدالحمید۔ حضرو: بنت محمد ایوب۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت محمد اشرف، بنت محمد شبیر۔ رحیم یار خان: رحمت کالونی: بنت حسین، بنت محمد فخر الدین۔ رینالہ خورد: نصرت کالونی: بنت محمد حنیف۔ سکرنڈ: بنت حضور بخش۔ سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: بنت اشرف خان، اخت عبد الاحد، بنت اللہ دتہ، بنت انجم، بنت جنید اشرف، بنت شہباز، بنت غلام عباس، بنت فیصل مجید، بنت محمد اسلم، بنت محمد انور، بنت محمد اکرم، بنت محمد شمس، بنت وسیم علی۔ شفیع کا بھٹہ: بنت شفاقت علی، بنت آصف اقبال، بنت ارشد احمد اعوان، بنت ارشد، بنت اشرف، بنت اشفاق بھٹی، بنت اشفاق، بنت اصغر، بنت افتخار احمد، بنت امجد، بنت امیر احمد، بنت امین، بنت اورنگ زیب، بنت بابر، بنت تنویر، بنت جعفر، بنت خلیل احمد، بنت خوشی محمد، بنت ذوالفقار علی، بنت رحمت علی، بنت رضا، بنت رفاقت حسین، بنت سجاد، بنت سلیم، بنت سلیمان، بنت شبیر احمد زیدی، بنت شبیر احمد، بنت شریف، بنت شمس پرویز، بنت شمس، بنت شہباز احمد، بنت طارق محمود، بنت طارق نذیر، بنت طاہر، بنت عبدالقادر، بنت عتیق، بنت عثمان علی، بنت عرفان، بنت غلام حیدر، بنت غلام رسول، بنت لیاقت، بنت محمد احسن، بنت محمد اشرف، بنت محمد اشفاق، بنت محمد اظہر، بنت محمد افضل، بنت محمد اقبال، بنت محمد امین، بنت محمد انور، بنت محمد اکرام، بنت محمد اکرم، بنت محمد ایوب، بنت محمد بشیر، بنت محمد بوٹا، بنت محمد جاوید، بنت محمد حبیب، بنت

محمد خالد، بنت محمد رزاق، بنت محمد رمضان، بنت محمد سجاد، بنت محمد سلیم، بنت محمد شاہد، بنت محمد شفیق، بنت محمد شمس، بنت محمد شکیل، بنت محمد طاہر محمود، بنت محمد عابد، بنت محمد عرفان، بنت محمد عمران، بنت محمد فاروق، بنت محمد نذیر، بنت محمد نعیم، بنت محمد یعقوب، بنت محمد یوسف، بنت ملک ناصر علی، بنت ممتاز، بنت ندیم جاوید، بنت نعیم، بنت کرامت، بنت یعقوب، ہمشیرہ احسان الٰہی، ہمشیرہ بلال حبیب، ہمشیرہ بلال رضا، ہمشیرہ حافظ زین، ہمشیرہ حسن یار ملک، ہمشیرہ حسنین، ہمشیرہ حیدر علی، ہمشیرہ عبد القدوس، ہمشیرہ علی حسنین، ہمشیرہ عمر امین، ہمشیرہ عمر جٹ، ہمشیرہ محمد آصف مغل، ہمشیرہ محمد اسماعیل، ہمشیرہ محمد شہراز حسن، ہمشیرہ محمد منیب، ہمشیرہ میر حمزہ۔ مظفر پورہ: بنت اظہر حسین، بنت محمد الیاس، ام رومان، بنت ارشد علی، بنت رمضان، بنت سلیم، بنت سلیمان، بنت شفیق، بنت شکیل احمد، بنت عابد، بنت عاشق، بنت عبد الرزاق، بنت عبد القیوم، بنت غلام عباس، بنت لطیف، بنت محمد افضل، بنت محمد حفیظ، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق علی، بنت محمد محمود احمد، بنت محمد نعیم احمد، بنت محمد نواز، بنت ملک امجد سہیل، بنت یاسر، بنت اعجاز، بنت آصف محمود، بنت اظہر اقبال، بنت جاوید، بنت عمران۔ ناصر روڈ: بنت امین۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اسلام۔ پاکپورہ: بنت سہیل احمد، بنت شمشاد علی، بنت میاں محمد یوسف قمر۔ گلبہار: اخت مزمل حسین، ام مشکوۃ، بنت سجاد حسین، بنت طارق محمود، بنت ظہور الٰہی، بنت محمد شہباز، بنت محمود۔ شیخوپورہ: فاروق آباد: ام الخیر۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت اکبر علی۔ دیال گڑھ: بنت ہدایت اللہ۔ سیالوی کالونی: بنت ذو الفقار علی۔ علی ہاؤسنگ سوسائٹی: بنت سید محمد قاسم شاہ بخاری۔ چیاں: بنت ارشد محمود۔ لاہور: وسن پورہ: بنت محمد مبشر حسین۔ ملتان: کوہی والا: بنت محمد علی۔ کراچی: بنت رحمت علی، بنت عبد الوحید۔ دھوراجی: بنت شہزاد احمد۔ عثمانیہ ماڈل کالونی: بنت مزمل۔ کچا کھوہ: بنت ظہور حسین۔ گجرات: سوکلاں: ام فاطمہ، بنت شہباز۔

دل آزاری خوشاب: جوہر آباد: بنت محمد شبیر۔ راولپنڈی: جھاورہ سنا کالونی: بنت زاہد۔ گوجر خان: بنت راجہ واجد حسین۔ سرگودھا: بھلوال: بنت تصدق خان۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت الیاس۔ تلواڑہ مغلاں: بنت نذیر احمد، بنت فیصل، بنت خرم اشفاق، بنت رانا محمد سجاد، بنت محمد ارشد، بنت محمد شہزاد، بنت مدثر اقبال، بنت ناصر محمود، بنت نذیر۔ شفیع کا بھٹہ: بنت سید عاشق حسین شاہ، بنت اشفاق احمد، بنت اشفاق، بنت افضال، بنت انتظار حسین، بنت بشیر احمد، بنت جاوید اقبال، بنت جہانگیر، بنت خالد حسن، بنت دلاور حسین، بنت ذو الفقار انور، بنت راشد محمود، بنت شوکت علی، بنت شکیل، بنت صابر حسین، بنت صغیر احمد، بنت طارق، بنت عارف مغل، بنت عبد المجید، بنت عرفان، بنت غلام مصطفےٰ، بنت فضل الٰہی، بنت محمد ارشد، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد سلیم، بنت محمد شبیر، بنت محمد شوکت علی، بنت محمد شہباز، بنت محمد عابد، بنت محمد وسیم، بنت محمد یوسف، بنت نوید احمد، بنت کاشف شیراز، بنت ہمایوں، ہمشیرہ حافظ اسامہ بن امین، ہمشیرہ فیصل الرحمن، ہمشیرہ محمد جواد، ہمشیرہ محمد حسین۔ مظفر پورہ: بنت خلیل احمد، بنت محمد شہباز، بنت آصف محمود، بنت ارشد علی، بنت جاوید، بنت شفیق، بنت عابد حسین، بنت محمد نواز، بنت محمد طارق۔ ناصر روڈ: بنت محمد بشیر، بنت محمد یونس۔ گلبہار: بنت شبیر احمد، بنت فیاض احمد۔ فیصل آباد: چیاں: بنت قاسم محمود۔ لاہور: ناظم آباد: بنت محمد فاروق۔ ملتان: کوہی والا: بنت اللہ نور۔ کراچی: بنت صغیر۔

اولاد کے 5 حقوق

بنتِ اطہر الرحمن

(درجہ: خامسہ، جامعۃ المدینہ گرلز بہاولپور)

اسلام میں حقوق کی دو قسمیں ہیں: (1) حقوق اللہ اور (2) حقوق العباد۔ ان دونوں کی ادائیگی ایک مسلمان پر فرض ہے۔ معاشرہ افراد سے مُرَکَّب ہے۔ معاشرے میں امن و امان کے

لیے ہر فرد کے حقوق کا عادلانہ تَعَیُّن ضروری ہے تاکہ لوگ معاشرے کی کامیابی و ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں اور خوشگوار معاشرتی فضا میں سانس لے سکیں۔

اسلام میں حقوق و فرائض کا نظام دو طرفہ ہے یعنی ایک طبقے کے حقوق دوسرے طبقے کے فرائض ہیں۔ اسی طرح جیسے اولاد پر والدین کے حقوق ہیں ویسے ہی والدین پر اولاد کے حقوق ہیں اور اسلام وہ پہلا دین ہے جس نے حقوقِ اولاد کی وضاحت اور تاکید فرمائی ہے۔ بڑے بڑے حقوق جو اسلام میں اولاد کے بیان کیے گئے ہیں، وہ کچھ یوں ہیں:

(1) حفاظتِ حیات اسلام سے پہلے عرب کے لوگ غربت کے خوف سے اپنی اولاد خصوصاً لڑکیوں کو قتل کر دیتے تھے۔ یہ بڑا اسنگدلانہ عمل تھا جس سے قرآنِ پاک نے منع فرمایا: وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاكُمْؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا۝۳۱ (پ15، بنی اسرآءیل:31) ترجمہ: اور غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

(2) تعلیم و تربیت بچوں کی تعلیم و تربیت بھی والدین کا فریضہ ہے۔ والدین جہاں اپنی اولاد کو روزی کمانے کے قابل بناتے ہیں وہیں ان میں فکرِ آخرت بھی پیدا کرتے اور نیک عمل کی تربیت بھی دیتے ہیں۔ اللہ پاک نے والدین کی اس ذمہ داری کا ذکر یوں فرمایا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (پ28، التحریم:6) ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

(3) محبت و شفقت محبت و شفقت بھی اولاد کا حق ہے۔ بے جا سختی اور نفرت سے بچوں میں احساسِ کمتری جنم لیتا ہے جو ان کی شخصیت کو بُری طرح متاثر کر دیتا ہے۔ رسولِ پاک صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم بچوں پر بہت شفقت فرماتے تھے، جیسا کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: کچھ دیہاتی حضور نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: کیا آپ اپنے بچوں کو چومتے ہیں؟ حضور نے اقرار فرمایا تو وہ بولے: لیکن اللہ پاک کی قسم! ہم تو نہیں چومتے۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ پاک نے تمہارے دلوں سے رحمت نکال دی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔[1]

(4) اولاد کو اچھی نصیحت کرنا والدین کا یہ حق اور بہت اہم فریضہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اچھی نصیحت کرے تاکہ وہ دینی و دنیاوی اعتبار سے اسے اپنا کر دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکے، اس کی واضح مثال قرآنِ پاک میں بھی کچھ یوں مذکور ہے: وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِؕؔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۝۱۳ (پ21، لقمٰن:13) ترجمہ: اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ کرنا، بیشک شرک یقیناً بڑا ظلم ہے۔

(5) اولاد کو نماز کی تلقین کرنا اللہ پاک نے نماز کے حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ذکر فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ وہ انہیں اور ان کی اولاد کو نماز کا پابند بنا دے اور اللہ پاک نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا۔ یہ دعا قرآنِ کریم میں ان الفاظ میں مذکور ہے: رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ﳓ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ۝۴۰ (پ13، ابرٰھیم:40) ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اور کچھ میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا رکھ، اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما۔

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ والدین کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو نماز کی تلقین کریں تاکہ وہ نماز چھوڑنے جیسے بڑے گناہ سے محفوظ رہ سکیں۔ نیز والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو ادب و احترام سکھائیں، ان کے اچھے نام رکھیں، ان کے درمیان فیصلہ کرنے میں عادلانہ رویہ اختیار کریں، ان سے شفقت و محبت کریں اور انہیں دینی احکام سکھائیں تاکہ ان کی دنیا کے ساتھ ان کی آخرت بھی بہتر ہو سکے۔ اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

---

1 مسلم، ص975، حدیث:6027

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے مئی 2024 کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں		302748	1074048	1376796
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		36826	105869	142695
مدرستہ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4745	9391	14136
	پڑھنے والیاں	35933	96389	132322
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	5188	10943	16131
	شرکائے اجتماع	152112	404003	556115
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		37920	128181	166101
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		12829	34668	47497
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		142598	751295	893893
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		38025	96516	134541
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	1960	1013	2973
	شرکائے مدنی کورسز	35832	14118	49950

29واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے نومبر 2024

1 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے محبت
2 معذرت قبول نہ کرنا
3 رعایا کے حقوق

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 اگست 2024

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات راولپنڈی

اسلامی بہنوں کے مدنی مرکز فیضانِ صحابیات جراہی اڈیالہ روڈ راولپنڈی کے قیام کے لئے دعوتِ اسلامی سے وابستہ ایک عاشقِ رسول نے زمین خرید کر وقف کی ہے جہاں فیضانِ صحابیات جراہی کی عمارت کا سنگِ بنیاد 2017 عیسوی میں رکھا گیا۔ اسلامی بہنوں کے اس مدنی مرکز کا باقاعدہ افتتاح 2017 ہی میں دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن حاجی محمد بلال عطاری دامت برکاتہم العالیہ کے دستِ مبارک سے ہوا۔

آفسز کی تعداد

الحمدللہ! فیضانِ صحابیات کی اس بلڈنگ میں فیضانِ صحابیات کا آفس قائم ہے۔

اوقات کار

گلی گلی مدرسۃ المدینہ کا وقت دوپہر ڈیڑھ تا ڈھائی بجے۔

ہفتہ وار اجتماع کا وقت بدھ دوپہر گیارہ تا ایک بجے۔

فیضان صحابیات جراہی اڈیالہ روڈ راولپنڈی کی خصوصیات

- الحمدللہ! اس مدنی مرکز میں رہائشی کورسز، اسلامی بہنوں کے مدنی مشورے اور لرننگ سیشنز ہوتے ہیں، نیز وقتاً فوقتاً اہلِ علاقہ کی سہولت کے پیشِ نظر شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- یہاں پر نگران و رکن عالمی مجلسِ مشاورت اسلامی بہن کا شیڈول بنا، انہوں نے اسلامی بہنوں کی تربیت فرمائی اور مدنی پھول عطا فرمائے۔
- یہاں پر مختلف شعبہ جات کے لرننگ سیشنز بھی ہوتے ہیں۔
- اسلامی بہنیں مدنی چینل کے ذریعے امیرِ اہلِ سنت، نگرانِ شوریٰ اور اراکینِ شوریٰ کے مختلف ایونٹس پر ہونے والے بیانات بھی اجتماعی طور پر دیکھنے کی سعادت پاتی ہیں۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.com